(ا)

خوشحالی کی ثقافت | اپریل 2015

سرمایہ داری کی تاریخ کا تعارف 600-1900 AD

بنی ڈکٹ کوہلر، ڈیوڈ ابولفیا، وکٹوریہ بیٹ مین، کی تحقیق۔

ہیوبوون، نکولس کرافٹس. ہائی ول ولیم کے تعارف کے ساتھ۔

(ب)

فرنٹ کور برازیل، ایسٹ انڈیز اور امریکہ کے لیے لزبن سے روانگی کو ظاہر کرتا ہے، '**Americae Tertia Pars**...'، 1592 کی مثال۔

لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ کے بارے میں

لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ ایک بین الاقوامی تھنک ٹینک اور تعلیمی خیراتی ادارہ ہے جو خوشحالی کو فروغ دینے پر مرکوز ہے۔ ہم سرمایہ داری اور جمہوریت کو زندہ کرنے کے اپنے بنیادی موضوعات پر تحقیق کر کے ایسا کرتے ہیں۔ **Legatum Prosperity IndexTM**، ہماری دستخطی اشاعت، دولت اور خوشحالی کے لحاظ سے 142 ممالک کی درجہ بندی کرتی ہے۔

ترقی کی ثقافت،

ٹرانزیشنز فورم،اور خوشحالی کی اقتصادیات سمیت تحقیقی پروگراموں کے ذریعے،انسٹی ٹیوٹ یہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ قومی کامیابی اور انفرادی لحاظ سے پھلنے پھولنے میں کون سی عوامل کارفرماہیں۔اور رکاوٹ بننے والے عوامل کون سے ہیں۔انسٹی ٹیوٹ فارن پالیسی میگزین، ڈیموکریسی لیب کے ساتھ مل کر تحقیق شائع کرتا ہے، جس کے آن دی گراؤنڈ صحافی دنیا بھر میں سیاسی تبدیلیوں کی رپورٹنگ کرتے ہیں۔

لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ لندن میں مقیم ہے اور لیگاٹم گروپ کا ایک آزاد رکن ہے،ایک نجی سرمایہ کاری گروپ جس کے کاروباروں اور پروگراموں میں عالمی سرمایہ کاری کا 27 سالہ ورثہ ہے جو پائیدار انسانی ترقی کو فروغ دیتا ہے۔

خوشحالی کی ثقافت

وہ اقدار جو افراد، معاشروں اور قوموں کو تحریک دیتی ہیں وہ ثقافتی کامیابیوں میں جھلکتی اور سمیٹتی ہیں۔

یہ وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے آنے والی نسلوں نے زیادہ سے زیادہ خود شناسی حاصل کی ہے اور ماضی اور حال دونوں میں ان کی اہمیت کا مطالعہ 'خوشحالی کی ثقافت' کو متحرک کرتا ہے۔

سرمایہ داری کی تاریخ

سال 2008ء کے بینکنگ کے خاتمے کے بعد سرمایہ داری کو اپنے ضابطہ اخلاق پر شدید حملوں کا سامنا کرتے ہوئے ایک گہرے معاشی بحران سے گزرنا پڑا۔

یہ تین سالہ کورس سوچ اور کوشش کی تحریک کی ابتدااور نشوونما کی تحقیق کرے گا جس نے انسانی حالت کو بدل کر رکھ دیا ہے۔

www.li.com

www.prosperity.com

http://democracylab.foreignpolicy.com۔

1

مشمولات

سرمایہ داری کی تاریخ

نوٹ :۔اصل مو.دہ کے صاکرت.جی حروف منردے دیے گے مہٰو،تاکہ موازنہ آسانی سے کاجاسے ا۔

2

تعارف بذریعہ ہائول ولیمز

اس اشاعت کے مضامین ان لیکچرز پر مبنی ہیں جو 2014ء کے دوران لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ میں "سرمایہ داری کی تاریخ" کے عنوان سے مطالعہ کے ایک کورس کے حصے کے طور پر دیے گئے تھے۔ تین سالہ نصاب کے اس افتتاح نے پانچ اسکالرز کو کوشش اور فکر کی تحریک کے اہم خدوخال بیان کرنے کا موقع فراہم کیا جس نے انسانی حالت کو تبدیل کر دیا ہے۔

اس کے بعد آنے والے صفحات میں واضح نمائش، فکری اصلیت، اور بیانیہ کی اعلیٰ مہارتیں واضح ہیں، اور انسٹی ٹیوٹ ان پانچ مورخین کا مرہون منت ہے جن کے مضامین، یہاں جمع ہوئے، سرمایہ داری کی متنوع تاریخ کا ایک تاریخی تعارف بناتے ہیں۔

قرون وسطی کے عرب اور فلسطین کے کاروان سرائی؛ وسطی قرون وسطیٰ کے دوران اسپین اور اٹلی میں شہری تہذیب اور مالی اختراع؛ شمال مغربی یورپ کی سولہویں صدی کی دولت تک رسائی، ساتھ ہی "ابتدائی جدید" عالمی معیشت کے لیے بحر اوقیانوس کے طول و عرض کے ابھرنے کے ساتھ؛ نوآبادیاتی تلاش، سمندری مہم جوئی، اور لوٹ مار کا موازنہ اٹھارویں صدی میں، خاص طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملے میں؛ صنعت کاری کی پرومیتھین توانائی جو کہ جنوب مشرقی ویلز کی وادیوں میں اپنے ابتدائی ظہور کے بعد، "ترقی یافتہ دنیا" کو اپنے ڈومین کے طور پر دعویٰ کرتی چلی گئی: اس طرح کے موضوعات، جو ہمارے مضمون نگاروں کے نثر میں بڑے جوش سے دریافت کیے گئے ہیں، اس کی حد اور گہرائی کو واضح کرتے ہیں۔ لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ کی سرمایہ داری کی ابتداء اور ارتقاء کی تحقیقات۔

سرمایہ داری تاریخ کی سب سے مشہور "isms" میں سے ایک ہے، لیکن اس کی اہمیت کو وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے جو اسے ایک تجریدی اور غیر شخصی قوت کے طور پر تصور کرتے ہیں۔ بیسویں صدی کے وسط سے آخر تک مغربی تاریخ نگاری میں یہ طے شدہ نقطہ نظر فیشن ایبل اتفاق رائے کا حصہ تھا۔ تاریخ دانوں کی طرف سے لکھی گئی داستانوں میں انسانی ایجنسی، انفرادی خیالات، اور روزمرہ کے واقعات کے بدلتے ہوئے انداز کو کم مرکزی کردار دیا گیا۔

ان کی جگہ سماجی اور معاشی قوتیں آئیں جنہیں اب مورخ کی اصل توجہ کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ یہ طویل مدتی رجحانات اور ڈھانچے کو تاریخ کا محور سمجھا جاتا تھا کیونکہ وہ واقعات کی شکل کا تعین کرتے ہیں۔ تاہم، کاروباری جذبہ، سرمایہ داری کے تاریخی سفر کے پیچھے موجود توانائی، کو اتنی سادگی سے درجہ بندی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ خیالات جو کبھی اصلی اور جرات مندانہ لگتے تھے ان میں راسخ العقیدہ ہونے کی عادت موجود ہوتی ہے۔

اور راسخ العقیدہ، بدلے میں، ایک جوابی رد عمل پیدا کرتے ہیں۔ تاریخی تجربے کو سماجی واقتصادی قوانین کے سلسلے میں کم کرنے کی کوشش کو اب نظریات کی تاریخ میں ایک چھوٹی سی قسط کے طور پر مسترد کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے زمانے میں تاریخی تحریر نے بیانیہ اور تاریخ، انفرادی شخصیات کی سوانح عمری، واقعات کی غیر متوقعیت، اور قیاس آرائی پر مبنی سوچ کو دوبارہ اپنا لیا ہے جو اس کے سیاق وسباق سے متعین ہونے کے بجائے تخیل سے متاثر ہوتا ہے۔

3

اس بازیافت آزادی کے نتیجے میں سرمایہ داری کی تاریخ نے ایک نئی اور زیادہ فراخ جہت حاصل کی ہے اور اسے اب انیسویں اور بیسویں صدی تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ خاص "ism" کسی عمومی معاشی قانون کی مثال نہیں ہے، اور نہ ہی یہ پہلے سے طے شدہ تاریخی رجحان ہے۔ سرمایہ داری کی تاریخ کو ذہن اور روح کی زندگی کے ایک پہلو کے طور پر سمجھنا چاہیے۔

جو لوگ موضوع کی فکری گہرائی کے ساتھ انصاف کرنا چاہتے ہیں انہیں اس سفر کے لیے تیار رہنا چاہیے جو سیاسی زندگی اور فکر، بصری فنون کی تاریخ، ادبی خود اظہار، سائنسی دریافت، مذہبی وجدان اور فلسفیانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ مادی وجود کی وہ خصوصیات جن کی تحقیق معاشی ترقی کے مورخ نے کی ہے۔

مندرجہ ذیل صفحات میں پیش کیے گئے شواہد کی دولت سے پتہ چلتا ہے کہ "سرمایہ داری" صرف صنعتی معاشروں تک محدود نہیں ہے۔ یہ اصطلاح شاید ایک آفاقی یا لازمی تعریف کو ختم کرتی ہے، لیکن یہ ہمیشہ نجی املاک کی ملکیت، سرمائے کی جمع، اجرت کی مزدوری، مسابقتی منڈیوں، خدمات کے سلسلے میں قانونی طور پر پابند معاہدوں، اور قیمتوں سے متعلق معاہدوں سے وابستہ ہے۔

یورپ میں وسطی قرون وسطی کی معاشی تاریخ میں ان میں سے بہت سی صفات کام کرتی دیکھی جا سکتی ہیں۔ لاطینی لفظ "capitale"، جو (caput" (head" سے مشتق ہے، نے ان صدیوں کے دوران کرنسی حاصل کی جو پانچویں صدی کے آخر میں مغربی رومن سلطنت کے

خاتمے کے بعد بنی۔ "Chattel"، ایک انگریزی اصطلاح جو حرکت پذیر جائیداد کے لیے ہے، اسی طرح کی درخواست اور اخذ کو ریکارڈ کرتی ہے۔

تیرہویں صدی کے وسط میں "سرمایہ" کا استعمال کسی تاجر کے سامان کے ذخیرہ کی ویلیو کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا اور 1280ء کی دہائی تک اس کے معنی تجارت میں مصروف کسی فرم یا کاروبار کے تمام اثاثوں کو شامل کرنے کے لیے بڑھ چکے تھے۔ "سرمایہ دار"، ایک ایسے فرد کے معنی میں جو سرمائے کا مالک ہے، سترہویں صدی کے وسط تک انگریزی کے استعمال میں خود کو قائم کر چکا تھا۔

تیرہویں صدی کے وسط میں "سرمایہ" کا استعمال کسی تاجر کے سامان کے ذخیرہ کو بیان کرنے کے لیے کیا جا رہا تھا اور 1280 کی دہائی تک اس کے معنی تجارت میں مصروف کسی فرم یا کاروبار کے تمام اثاثوں کو شامل کرنے کے لیے بڑھ چکے تھے۔ "سرمایہ دار"، ایک ایسے فرد کے معنی میں جو سرمائے کا مالک ہے، سترھویں صدی کے وسط تک انگریزی اشیاء کے استعمال میں خود کو قائم کر چکا تھا۔

سرمایہ داری کی گہری جڑیں، اس کی تجدید کی صلاحیت کے ساتھ، اس امکان کو بڑھاتی ہیں کہ یہ ایک ایسا رجحان ہے جس کی تاریخ آباد، شہری تہذیب کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ اس طویل المدتی تناظر میں دیکھا جائے تو سرمایہ دارانہ طرز زندگی اور سوچ سمجھ میں آنے کے بجائے فطری معلوم ہوتی ہے اور اس کے برعکس بیسویں صدی کی منصوبہ بند معیشت غیر معمولی دکھائی دیتی ہے۔

مغرب میں اختیار کردہ سرمایہ داری کی کلاسک شکل انسانی وقار، قانون کی حکمرانی اور رازداری کے حق کے تصور کی اس تہذیب کی نگہبانی پر مبنی ہے۔ اجتماعیت نے ان عظمتوں کو منسوخ کر دیا۔ سرمایہ داری کی تاریخ کو صرف ایک بین الاقوامی جہت اور کثیر الشعبہ توجہ کے ساتھ ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

یہ لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ کے اس کے تمام مطالعاتی پروگراموں میں کام کی وضاحتی خصوصیات ہیں اور یہ کہ "خوشحالی" کی اقسام پر موضوعاتی توجہ۔ یوڈیمونیا جیسا کہ ارسطو نے کہا ہے۔ وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے تاریخی علم کی گہری تعریف ہمارے خیالات کو تشکیل دے سکتی ہے۔ حال کے بارے میں اور مستقبل کے لیے ہماری امنگوں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

لہٰذا یہ خاص طور پر مناسب ہے کہ سرمایہ داری کی تاریخ کے مطالعہ کو لیگاٹم انسٹی ٹیوٹ میں توجہ اور پرجوش اہمیت ملنا چاہیے۔

4

ابتدائی اسلام اینڈ دی برتھ آف کیپٹلزم از بینیڈکٹ کوہلر

کوئی بھی جو گھر بیچتا ہے اور نفع کماتا ہے وہ جاننا چاہتا ہے کہ ان کی کمائی ہوئی رقم کا کیا کرنا ہے۔ اگر وہ پراپرٹی میں تیل مارکیٹ والے شہر میں رہتے ہیں، تو اکثر سمجھدار فیصلہ دوسری جائیداد خریدنے کا ہوتا ہے۔ سرمایہ کاری کی یہ حکمت عملی نئی نہیں ہے۔ یہ پہلے ہی ایک ایسے شہر میں برتا اور آزمایا گیا تھا جس میں ساتویں صدی کے اوائل میں عرب میں پراپرٹی کی مارکیٹ عروج پر تھی، یعنی مدینہ۔

وہاں، کمیونٹی کے رہنما نے جائیداد بیچنے والے کو مندرجہ ذیل نصیحت کی: "جو کوئی گھر بیچتا ہے اور اس کے بدلے دوسرا نہیں خریدتا، اس رقم میں برکت کا امکان نہیں ہے۔" یہ سیدھا سرمایہ کاری کا مشورہ ہے: اگر آپ جائیداد میں پیسہ کماتے ہیں تو اسے جائیداد میں رکھیں۔ اس سفارش کے بارے میں کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، سوائے اس کے کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔

اینٹوں اور مارٹر (شاید تعمیراتی سامان) میں سرمایہ کاری کی سفارش بانی اسلام نے کی تھی۔ سرمایہ کاری کا مشورہ دینے والے انبیاء اقلیت میں ہیں۔ مثال کے طور پر، یہ تصور کرنا مشکل ہوگا کہ کوئی شخص یسوع یا بدھ سے پوچھے کہ ان کی بچت کا کیا کرنا ہے۔ لیکن محمد کے لیے، سرمایہ کاری کا مشورہ دینا مکمل طور پر اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے تھا کہ اس نے اپنے دفتر کا تصور کیسے کیا۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے

جو مسلمانوں کے ہر کام میں رہنمائی کرتا ہے- اور اس میں کاروبار بھی شامل ہے۔ بانی اسلام پیسہ لگانے کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ وہ پیشے کے لحاظ سے ایک تاجر تھا- اس نے تجارتی قافلوں میں حصہ لیا تھا، اور اپنے زیادہ تر کاروباری کیریئر کے لیے اس نے شاید چمڑے کا سامان تیار کرنے والے گودام کا انتظام کیا۔

بانی اسلام محمد ﷺ

بانی اسلام بلحاظ عمر 50 کی دہائی کے اوائل میں تھے جب انہوں نے مدینہ میں اپنی کمیونٹی کی بنیاد رکھی، اور اس وقت تک ان کے پاس چار دہائیوں کا کاروباری تجربہ تھا۔ اسلام دوسرے مذاہب سے بہت سے معاملات میں مختلف ہے، لیکن جو بات یہاں متعلقہ ہے وہ یہ ہے کہ کس طرح اسلام— ایک کاروبار سے شروع ہونے والا مذہب— سرمایہ داری کی آمد کا نشان بنا، پہلے مدینہ میں، پھر عرب میں اور اسلام کے دائرے میں، اور آخر کار۔ اسلام کی سرحدوں سے باہر، یورپ میں۔

لیکن اسمتھ نے کبھی بھی اس اصطلاح کا استعمال نہیں کیا، اور مارکس کی تمام کتابوں میں سرمایہ داری کے حوالے سے صرف مٹھی بھر حوالہ جات موجود ہیں۔ یہ ایک ماہر عمرانیات، میکس ویبر تھا، جس نے نشاندہی کی کہ سرمایہ داری صرف کاروبار کرنے کا ایک طریقہ نہیں ہے: یہ معاشرے کو منظم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ سرمایہ داری میں مال جمع کرنے، کارخانے یا دفاتر بنانے سے زیادہ اہم ہے۔

کسی معاشرے کو مصنوعات بنانے کے لیے سرمایہ دار بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میکس ویبر نے کہا کہ جو چیز سرمایہ داری کو مخصوص بناتی ہے، ذہن کا ایک خاص فریم ہے جو کسی کو اشیا پیدا کرنے اور تجارت کرنے کی خواہش پیدا کرتا ہے۔

5

(تصویر نما خاکہ) مکہ کا فرضی اور جزوی نظارہ جوہن برن ہارڈ فشر وون ایرلاچ (1721)

سرمایہ داری رویوں کے ایک خاص مجموعے کی پیروی کرتی ہے- خاص طور پر، طویل مدت میں منافع کمانے کے لیے وقت اور کوشش کی سرمایہ کاری کرنے کی خواہش۔ لہذا، میکس ویبر کے بعد سے، سرمایہ داری کو رویوں کے ایک مجموعہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے جو معاشرے کو تشکیل دیتے ہیں۔ لیکن اس بات پر کوئی اتفاق نہیں ہے کہ یہ رویے پہلی بار کب ظاہر ہوئے، یا ان کی وجہ سے کیا ہوا۔

مثال کے طور پر، قدیم یونانیوں اور رومیوں نے عظیم سلطنتیں بنائیں، لیکن ان کے پاس سرمایہ داری کا کوئی تصور نہیں تھا اور انھوں نے کوئی معاشی لٹریچر نہیں چھوڑا۔ لیکن اگر یونانیوں اور رومیوں نے سرمایہ داری کو وجود میں نہیں لایا تو کس نے ایسا کیا؟ میکس ویبر نے تجویز کیا کہ پروٹسٹنٹ ازم نے سرمایہ داری کو فروغ دیا اور اسے بینجمن فرینکلن کے ذریعے ایک مثال ملی۔

جب بین فرینکلن نے کہا کہ "وقت پیسہ ہے"،اس نے مختصراً سرمایہ داری کی وضاحت کی۔ لیکن ویبر کے نظریے کا مقابلہ کیا گیا ہے، کیونکہ سرمایہ داری پہلے سے موجود تھی، وینس جیسی تجارتی اطالوی جمہوریہ میں۔ٹپنگ پوائنٹ کا پتہ لگانے کے بارے میں—— وہ لمحہ جب سرمایہ داری کا آغاز ہوا—— جیوری سامنے آگئی۔ یہ ہمیں اسلام اور پیغمبر اسلام اور کاروبار میں ان کے کیریئر کی طرف واپس لاتا ہے.

بانی اسلام مکہ کے ممتاز کاروباریوں کی ایک لمبی قطار سے آیا تھااور خود اس شہر میں ایک تاجر تھا۔ جب اس کے کاروبار کا بائیکاٹ کیا گیا تو اس نے اپنا زیادہ تر پیسہ کھو دیا تھا، لیکن اس نے اپنی قسمت دوبارہ بنائی۔ یہ حقیقت ایک اور پہلو ہے جو الگ داستان ہے۔

6

عیسیٰ ع اور بدھ :

وہ غریب مر گئے، جب کہ پیغمبر اسلام، مرتے وقت، اپنے وقت کے امیر ترین عرب تھے۔ تو آیئے پیغمبر اسلام کی سوانح اور خاندانی پس منظر کو دیکھتے ہیں۔

ان کی زندگی کی معیاری سوانح میں درج ذیل اہم واقعات شامل ہیں: پیغمبر اسلام کے والدان کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ ایک نوجوان کے طور پر، اس نے ایک چرواہے کے طور پر روزی کمائی۔ 25 سال کی عمر میں، اس نے خدیجہ سے شادی کی، جو کہ ایک غریب خاتون تھی۔ جب اسلام کے مخالفین نے انہیں مکہ سے نکال دیا تو اس نے مدینہ میں ایک الگ کمیونٹی کی بنیاد رکھی۔ اور دس سال کے اندر اس نے عرب کے بیشتر حصوں کو اسلام کے جھنڈے تلے متحد کر دیا۔

تاہم مکہ میں مذاہب اور تجارت کی کہانی پیغمبر اسلام سے شروع نہیں ہوئی۔ شروع سے ہی مکہ میں شہری زندگی مقامی حرم کعبہ کے گرد گھومتی تھی۔ پانچویں صدی میں، کعبہ کا انتظام ایک مخصوص شخص قصیٔ کے ہاتھ میں آیا، جس نے اپنے قبیلے کے لیے کعبہ کی نگرانی کا دعویٰ کیا۔

دو خاندان خانہ کعبہ کے محافظ بن گئے، بنی امیہ اور بنی ہاشم۔ ہاشم، جس نے ہاشمیوں کو اپنا نام دیا، وہ ایک تاجر تھا جو اس لیے مشہور ہوا کہ وہ ایک تجارتی سفارت کار تھا- اس نے بدویوں اور غیر ملکی ریاستوں کے ساتھ تجارتی معاہدے کیے؛ اس کے معاہدوں نے صحراؤں میں کارواں کے سفر کو محفوظ اور زیادہ منافع بخش بنا دیا۔

ان کے خاندان میں ایک تیسری قابل ذکر شخصیت عبدالمطلب تھی جس نے مکہ پر حملے کو روکنے کے لیے مذاکرات کی قیادت کی۔ قصیٰ، ہاشم، اور عبدالمطلب مکہ کی شہری شناخت کی تشکیل میں اہم شخصیات تھے: قصیٰ نے کعبہ کے انتظام کے لیے اصول وضع کیے؛ ہاشم نے تجارتی معاہدے کئے۔ اور عبدالمطلب نے مکہ کے حملے سے دفاع کیا۔

یہ تینوں بانی اسلام کی کہانی کے لیے بھی اہمیت رکھتے تھے، کیونکہ وہ ان کی نسل سے تھے۔ جب بانی اسلام نے آگے بڑھ کر مکہ میں مذہب اور معاشرے کی اصلاح کی ضرورت کا اعلان کیا تو مکہ والے کسی ایسے شخص کی بات سن رہے تھے جس کے خاندان نے شہر کی تاریخ میں کئی نسلوں تک مذہب، تجارت اور جنگ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ بانی اسلام کی عمر تقریباً 40 سال تھی جب اس نے اسلام کی تبلیغ کرنے کا اپنا پیشہ پایا۔

آیئے اب اس وقت تک ان کے کاروباری کیریئر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ محمد ﷺ کو زندگی میں اس کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ ان کے والد ان کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، جب وہ چھ سال کے تھے تو ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اگرچہ انہیں کوئی بڑی جائیداد وراثت میں نہیں ملی تھی، لیکن انہیں وراثت میں ایک ایسا اثاثہ ملا جس نے ان کے کیریئر میں اس کی مدد کی: ان کا خاندان مکہ کے تاجرانہ جغرافیہ سے جڑا ہوا تھا۔

جب پیغمبر اسلام 30 کی دہائی کے وسط میں تھے، محمد ﷺ کے چچا نے انہیں خدیجہ بنت خویلد سے ملوایا، جو مکہ کی سب سے امیر سرمایہ کاروں میں سے ایک تھی، جنہوں نے اسے کاروبار میں کھڑا کیا اور بعد میں اس سے شادی کر لی۔ محمد ﷺ نے سرمایہ دار خاتون سے شادی کی تھی۔ محمد ﷺ عربوں کو ایک ریاست میں متحد کرنے والے پہلے شخص تھے۔ تاہم، جب محمد ﷺ مدینہ میں آباد ہوئے تو انہوں نے نئی ریاست کا اعلان نہیں کیا۔

محمد ﷺ نے وہاں جو کچھ قائم کیا وہ دو ادارے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے قائم کردہ ہر شہر میں عوامی حلقے کی تشکیل کی: مسجد اور بازار۔ ہماری موجودہ توجہ ان میں سے دوسرے پر ہے۔ محمد ﷺ جب مدینہ منورہ پہنچے تو شہر میں پہلے سے ہی چار بازار تھے۔ جب اس نے ایک نیا قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو مدینہ کے مقامی باشندوں نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

تاہم، محمد ﷺ ڈٹے رہے اور اپنے پیروکاروں سے یہ اعلان کرتے ہوئے اپنے بازار کا افتتاح کیا: "یہ آپ کا بازار ہے۔ اسے پھلنے پھولنے دو... اور اس پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جائے گا" (ابن شبہ، تاریخ المدینہ المنورہ، 304:1-6)۔ محمد چاہتا تھا کہ یہ بازار بڑا ہو: اتنا بڑا کہ اونٹ کی

زین، جو اس کے مرکز میں رکھی گئی ہو، چاروں طرف سے دیکھی جا سکے۔ مزید برآں، اس نے تاجروں کو دوسری منڈیوں سے دور رکھنے کے لیے ایک مالی ترغیب دی، کیونکہ اس بازار میں تجارت ٹیکس سے پاک تھی۔

کوئی تعجب کی بات نہیں، پھر، کہ مقامی تاجروں نے اس مد مقابل سے ناراضگی ظاہر کی۔ جب محمد ﷺ نے کاروباری افراد کو راغب کرنے کے لیے ایک مالی ترغیب مقرر کی، تو یہ ان کے عمومی انتظامی انداز کو مد نظر رکھتے ہوئے تھا۔ محمد ﷺ نے اکثر ٹیکس مراعات اور مالیاتی دفعات قائم کر کے اپنی پالیسیوں کو فروغ دیا۔ صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں: جنگ میں، ایک جنگجو جس نے گھوڑا فراہم کیا، وہ پیدل آنے والے جنگجو کی تین گنا تنخواہ کا حقدار تھا۔

اپنے گھڑ سوار دستوں میں سپاہیوں کو معیاری شرح سے تین گنا پیش کر کے، محمد ﷺ جلد ہی اپنے دشمنوں کے مقابلے میں ایک بڑی گھڑ سوار فوج کو میدان میں اتارنے میں کامیاب ہو گئے، جو ان کی فوجی کامیابی کی ایک وجہ ہے۔

7

مالی مراعات محمد ﷺ کی عسکری منصوبہ بندی کے لیے موزوں تھیں۔ تجارت اور تجارت کی طرف واپسی، پھر ہم کاروبار کے لیے محمد ﷺ کے فریم ورک پر آتے ہیں۔ اس کاروبار کی نوعیت کیا تھی؟ اسلام کی آمد سے بہت پہلے، عرب دور دراز کے تاجر تھے جو یورپ اور ایشیا کو جوڑتے تھے۔ تاجر قافلوں میں سفر کرتے تھے، اور محمد ﷺ کے زمانے میں مکہ سے روانہ ہونے والے قافلے میں 2500 اونٹ ہوتے تھے۔

ایک کارواں ایک انتہائی پیچیدہ کام تھا: شرکاء کی ایک بڑی تعداد کو روانگی کی تاریخ پر اتفاق کرنا پڑتا تھا اور اس بات کو یقینی بنانا پڑتا تھا کہ اس تاریخ کے لیے ان کا سامان وقت پر تیار ہو۔ یہ سب ہونے کے لیے کچھ اور ہونا ضروری تھا: قافلے طویل عرصے کے لیے مسافر ہو جائیں گے، اس لیے کسی کو اپنے لے جانے والے سامان کی ادائیگی کے لیے رقم پیش کرنے کی ضرورت تھی اور اسے بیچنے کی امید تھی۔ کسی کو کسی منصوبے کے خطرے کو انڈر رائٹ (زیر تحفظ) کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسرے الفاظ میں، کاروان تجارت کو سرمایہ کاروں کی ضرورت تھی۔ محمد کا پہلا کام چھوٹا تھا جس میں صرف دو اونٹ تھے۔ ایک قافلے کی تعداد 2000 سے زیادہ ہو سکتی ہے، ہم تصور کر سکتے ہیں کہ مکہ میں کتنے سرمایہ کار اور منتظمین موجود ہوں گے۔ ان کمپنیوں کو قراض کہا جاتا تھا، اور

وہ آج بہت زیادہ وینچر کیپٹل کمپنیوں کی طرح کام کرتی ہیں: ہر شراکت کو اس بات پر متفق ہونے کی ضرورت ہوتی ہے کہ منافع اور نقصان کو کیسے تقسیم کیا جائے، اور اخراجات کس کو ادا کرنے چاہئیں۔

خدیجہ رضی اللہ، محمد ﷺ کی بیوی، قراض میں ایسی ہی ایک پیشہ ور سرمایہ کار تھیں۔ محمد ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ کی شادی کو 24 سال ہو چکے تھے، اس لیے اسے قراضوں میں سرمایہ کاری میں شامل مسائل کا پہلے سے علم تھا۔ مدینہ میں، محمد ﷺ نے نہ صرف ایک بازار قائم کیا، بلکہ اس نے اس بات کے اصول بھی مرتب کیے کہ تجارت کیسے کی جائے۔

یہ ہمیں اسلامی کاروباری اخلاقیات کی بنیاد پر لے جاتا ہے، قرآن کا اعلان: "خدا نے تجارت کی اجازت دی ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے" (قرآن 2:275)۔ یہ ایک مشترکہ بیان ہے اور دونوں اجزاء اہم ہیں۔ قرآن ایسی سرگرمیوں پر پابندی لگاتا ہے جو قرض لینے والوں کا استحصال کرتی ہیں، لیکن منصفانہ تجارت کی توثیق کرتا ہے۔ سود پر قرآن کی پابندی کے ان گنت اثرات ہیں، اور ہم ان سب سے بچ کر گزر نہیں سکتے۔

لیکن موجودہ مقاصد کے لیے، جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن ان سرمایہ کاری کی منظوری دیتا ہے جیسے کہ قراض میں کی گئی ہیں۔ محمد ﷺ نے مدینہ میں بہت سی دوسری اہم اختراعات متعارف کروائیں۔ ایک خاص دلچسپی قیمتوں کی پابندی تھی۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا اور کھانے کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ بہت سے گھرانوں نے مالی دباؤ میں آکر مدد کے لیے محمد ﷺ سے رجوع کیا۔

محمد ﷺ نے اس سے جو کچھ کرنے کو کہا وہ تھا قیمت کی حد مقرر کرنا۔ محمد ایک ایسے مینیجر تھے جو اپنے مقاصد ﷺ کے حصول کے لیے سخت فیصلے کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ چنانچہ ان کے پیروکار اپنے لیڈر کے ردعمل سے حیران رہ گئے: اس نے مارکیٹ کی طرف سے مقرر کردہ قیمتوں میں مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے ان سے کیوں پوچھا اور انہوں نے اس کی وجہ بتائی: "قیمتیں"، اس نے کہا، "خدا کے ہاتھ میں ہیں" (ابن حجر العسقلانی نے انس بن مالک، بلوغ المرام، 834 کا حوالہ دیا)۔ محمد ﷺ نے اعلان کیا کہ، اگرچہ وہ ایک نبی تھے، ان کے پاس قیمتوں کو کنٹرول کرنے کا کوئی حکم نہیں تھا۔ مفہوم کے مطابق، اگر نبی کے پاس ایسا کرنے کا کوئی حکم نہیں تھا، نہ ہی کسی دوسرے حکومتی اختیار کو۔

جب محمد ﷺ نے مدینہ کے بازار میں قیمتوں کو محدود کر دیا، توانہوں نے معاشی انتظام کی اصولی کتاب کو باہر پھینک دیا جو میسوپوٹیمیا کی تاریخ کے آغاز سے موجود تھا۔ روایتی طور پر، جہاں بھی ممکن ہو، سرکاری حکام قیمتیں مقرر کرتے ہیں اور جب بھی صارفین کو لگتا ہے کہ کوئی تاجر بہت زیادہ قیمت وصول کر رہا ہے تو وہ شکایت درج کر سکتے ہیں۔

لٰہذا یہ ایک انتہائی اہم قدم تھا جب محمد ﷺ نے کہا کہ وہ قیمتیں مقرر نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ایسا کرنا غیر مذہبی ہوگا۔ محمد ﷺ کی وفات کے بعد، ان کے جانشین ان کے حامی مارکیٹ کے اقدامات پر عمل کرنے کے لیے تکلیف میں تھے۔ مثال کے طور پر، محمد ﷺ کے داماد علی رضی اللہ نے ایک بار مدینہ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا جس نے ایک سٹال بنا رکھا تھا۔

علی رضی اللہ نے اصرار کیا کہ اس نے اسے کیوں ہٹا دیا اور اس سے کہا، "مسلمانوں کے لیے بازار عبادت گاہ کے مترادف ہے: جو سب سے پہلے آتا ہے وہ اس وقت تک سارا دن بیٹھ سکتا ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔" لٰہذا ہر شام تاجروں کو اپنے سٹال ہٹانے پڑتے تھے، اور ہر صبح مسابقتی میدان ہر کسی کے لیے کھلا رہتا تھا۔

8

تصویری خاکہ نیورمبرگ کرانیکل سے جینواوڈکٹ (1493)

یہ بتانے کے لیے کہ سرمایہ داری کی تاریخ کے لیے یہ اقدامات کیوں اہمیت رکھتے ہیں، آیئے مختصراً بیسویں صدی کے ایک ماہر معاشیات کی طرف رجوع کرتے ہیں جس نے منڈیوں کی نوعیت کے بارے میں گہرائی سے سوچا، فریڈرک وان ہائیک۔ ہائیک کے مطابق، ہر سرمایہ دارانہ معاشرے کی پہچان بازاروں کی موجودگی ہے۔ آج، ہم اکثر "سرمایہ داری" کی اصطلاح کے بجائے "مارکیٹ اکانومی" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہائیک نے اشارہ کیا، مارکیٹ کی حامی پالیسیوں کا معاشرے پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ جب مارکیٹیں قیمتیں مقرر کرنے کے لیے آزاد ہوتی ہیں تو وسیع تر معاشرے پر اس کے نتیجے میں اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دولت پیدا کرنے والی مارکیٹوں کو قانونی فریم ورک کی ضرورت ہوتی ہے جو

جائیداد کی حفاظت کرتے ہیں۔ فکری زندگی پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں: نئی مصنوعات کے سامنے آنے والا معاشرہ علمی تحقیقات اور انفرادیت کے ماحول کو فروغ دے گا۔

9

ابتدائی اسلام کی تاریخ اس راستے پر آگے بڑھی جس کی ہائیک کو توقع تھی: خوشحال شہریوں نے عوامی خدمات کو فروغ دینے کے لیے نجی خیراتی اداروں نے وقف یعنی اوقاف کو جائیدادیں اور فنڈ عطا کیے، اور مساجد (مدارس) سے منسلک اسکولوں میں پڑھائے جانے والے قانونی اسکالرشپ میں زبردست اضافہ ہوا۔ ہائیک نے کہا کہ آزاد منڈیاں ایک اور جدت پیدا کرتی ہیں، اچھی رقم۔

یہ اسلام میں ساتویں صدی کے آخر میں ہوا، جب خلیفہ عبدالملک نے سونے اور چاندی پر مبنی اسلامی کرنسی متعارف کروائی۔ اسلامی سونے کے سکوں کو دینار اور چاندی کے سکوں کو درہم کہا جاتا تھا۔

قدیم رومن چاندی کا سکہ دیناریس تھا اور یونانی چاندی کا سکہ ڈراچما تھا، لہٰذا ان عہدوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبدالملک قدیم یونان اور روم کے جانشین کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔ ہائیک نے نشاندہی کی کہ مارکیٹ کی معیشتوں کو ترقی کے لیے حکومتوں کی ضرورت نہیں ہے، اور اس نے ایک نتیجہ پر زور دیا: مضبوط حکومتیں منڈیوں کے راستے میں آسکتی ہیں۔ عرب کی تاریخ ان کی بات کو واضح کرتی ہے: عربوں نے ریاست بنانے سے بہت پہلے مارکیٹیں بنائیں۔

آیئے اب اس وقت یورپ کی معیشتوں کو دیکھیں۔ رومی سلطنت کے خاتمے کے بعد، یورپ کے بیشتر حصوں میں زندگی کا معیار گرا اور صدیوں تک جمود کا شکار رہا۔ شارلمین نے ایک نئی سلطنت قائم کرنے کے بعد بھی، مغربی یورپ میں اقتصادی ترقی میں تیزی نہیں آئی۔ قرون وسطیٰ کے دوران، زیادہ تر یورپ میں معیار زندگی مشکل سے بہتر ہوا۔

جب یورپ میں تجارت کا آغاز ہوا تو یہ ان جگہوں پر نہیں ہوا جس کی توقع کی جاسکتی تھی۔ ہم نے شاید یہ پیشین گوئی کی ہوگی کہ یورپ میں تجارت ان شہروں میں شروع ہوئی ہوگی جو قدیم زمانے میں پہلے ہی امیر تھے، جیسے کہ روم، ریوینا یا میلان۔ تاہم، طاقت اور ثقافت کے ان مشہور مراکز میں سے کوئی بھی تجارتی مرکز نہیں بنا۔

بعض صورتوں میں، جن شہروں میں کاروبار کا جھرمٹ تھاوہ قدیم زمانے میں بھی موجود نہیں تھے۔ مثال کے طور پر، وینس کی تاریخ پر غور کریں۔ وینس شہر کی تعمیر کے لیے ایک غیر متوقع جگہ ہے، کیونکہ یہ دلدل اور جھیلوں سے گھرا ہوا ہے۔ کوئی بھی وہاں آباد نہیں ہوگا جب تک کہ کوئی وہاں آباد کرے۔ ایک ایسے وقت میں قائم کیا گیا جب اٹلی کو ہنوں نے زیر کر دیا تھا اور انار کی کو چھوڑ دیا تھا، وینس کو ایک ہی قدرتی فائدہ تھا: یہ چھپنے کے لیے ایک اچھی جگہ تھی۔

شما لی اٹلی میں، پریشان کن خاندان اپنے گھروں سے بھاگ گئے اور ایک ایسی جگہ کی تلاش میں جہاں حملہ آوروں کو ان کی تلاش کا امکان نہ تھا۔ وینس، وہ شہر جو اٹلی کا سب سے امیر تجارتی مرکز بن گیا، زندگی کا آغاز ایک پناہ گاہ کے طور پر ہوا۔ ہنوں کے پیچھے ہٹنے کے بعد، وینیشینوں نے بہت سے ہوشیار سفارتی اقدامات میں سے پہلا اقدام کیا: انہوں نے قسطنطنیہ میں بازنطینی شہنشاہ کی حفاظت میں خود کو رکھا۔

اس معاہدے سے دونوں فریقوں کو فائدہ ہوا: شہنشاہ نے شمالی اٹلی میں ایک پل سے راستہ حاصل کیا، اور وینیشینوں کو قسطنطنیہ میں تجارتی مراعات حاصل ہوئیں۔ وینس کا مقصد علاقے پر قبضہ کرنا نہیں تھا: وینس کے باشندوں نے جو کام کیا وہ ایک کاروباری ماڈل تھا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہ پر چھوڑ کر کہ وہ خود کو اپنا مالک سمجھیں، انہوں نے اس بات پر توجہ مرکوز کی کہ انہوں نے کیا بہترین کیا: طویل فاصلے پر تجارت کو فروغ دینا۔

قدم بہ قدم، کئی صدیوں کے عرصے میں، وینیشینوں نے بہتر تجارتی مراعات پر بات چیت کی یہاں تک کہ آخر کار انہیں بازنطینی سلطنت میں تجارت کا حق مل گیا۔ متوازی طور پر، انہوں نے اسلام کے دائرے میں حکام کے ساتھ تجارتی معاہدے کیے۔

قرون وسطیٰ میں، یورپ میں وینس کی حیثیت بیسویں صدی میں، مشرق بعید میں ہانگ کانگ کی طرح تھی: ایک خود مختار کا موضوع اتنا دور کہ کوئی حقیقت پسندانہ امید نہیں تھی کہ اس شہر کا کبھی بھی دفاع کیا جا سکے۔ ایک سنگین حملہ۔ تاہم، کوئی بھی کبھی بھی شہر پر حملہ نہیں کرنا چاہے گا، کیونکہ شہر کی تجارتی مراعات بے کار ہو جائیں گی اگر یہ اب کسی سلطنت سے تعلق نہیں رکھتا۔ وینس کو اکیلا چھوڑنا سب کے لیے موزوں تھا۔

وینس اور مکہ کے درمیان کچھ مماثلتیں ہیں:

*دونوں شہر بنجر ماحول میں واقع ہیں

*اور ایک زرخیز پسماندہ علاقہ نہیں ہے،

* اور کسی بھی تاجر کو سفر پر نکلنے سے پہلے ایک بہت بڑا فاصلہ عبور کرنا پڑتا ہے اس سے پہلے کہ اسے تجارتی پارٹنر مل جائے۔
* قافلے اور قافلے میں فرق یہ تھا کہ ایک نے صحراؤں کو عبور کیا اور دوسرا سمندر کے پار۔

خطرات خوفناک تھے: بحیرہ روم حکومت کے کنٹرول سے باہر تھا اور ڈاکوؤں اور قزاقوں سے متاثر تھا۔ بعض اوقات یورپی حکومتوں نے مشرق اور مغرب کے درمیان تجارت کو روکنا پسند کیا تھا، لیکن وہ ایسا کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تجارت جاری رہی چاہے ان کے سیاسی آقا جنگ میں ہوں۔

اس طرح وینس اور اس سے ملتے جلتے دوسرے شہر، جیسے جینوا، نے تجارتی روابط اور تجارتی مہارت جمع کی، اور اس عمل میں امیر ہوتے گئے۔ شہنشاہوں اور بادشاہوں کے پاس تجارت کو فروغ دینے میں بہت کم حصہ تھا، چاہے مکہ میں ہو یا وینس میں۔ یہ ایک عجیب اتفاق لگ سکتا ہے، لیکن یہ ہائیک کی پیش گوئی کے مطابق ہے: مارکیٹوں کو ترقی کی منازل طے کرنے کے لیے حکومتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور اس کا ایک نتیجہ ہے: جہاں حکومتیں مضبوط ہوں وہاں منڈیوں کو روکا جا سکتا ہے۔ یورپ میں ایسا ہی ہوا۔

10

مرکنٹائل ریپبلکس آن بڑی ملکی معیشتوں والے ممالک کے مقابلے **taly's coast** بہت تیز رفتاری سے امیر ہوا۔ بارہویں صدی میں، جمہوریہ جینوا نے پورے فرانس سے زیادہ ٹیکس بڑھایا۔ آیئے اب یورپ میں اسلامی قانونی اور تجارتی اداروں کے اسپن آف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ یورپی جو اسلامی ممالک کے ساتھ تجارت کرتے تھے فوری طور پر اسلامی اداروں کے سامنے آ گئے اور جو کچھ انہوں نے گھر پر دیکھا اسے لاگو کیا۔

یورپ میں مختلف اختراعات میں سے مندرجہ ذیل چار کو نمایاں کیا جا سکتا ہے: » فرموں کی تشکیل کا طریقہ؛" کاروباری تعلیم؛»» امانتوں کا ارتقاء؛»» مالیاتی اصلاحات۔ آیئے ہم فرموں اور کارپوریشنوں کے پیش رو کے ساتھ شروع کریں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، مکہ میں کارواں انفرادی وینچرز کی ایک بڑی تعداد پر مشتمل تھا، جہاں ہر منصوبے پر سرمایہ کاروں اور مینیجرز کے درمیان ایک معاہدے کے تحت حکومت ہوتی تھی۔ وینس میں قافلوں کا ایک ہی کارپوریٹ ڈھانچہ تھا۔ ان معاہدوں کا نام **Commenda** تھا، جس میں سرمایہ کاروں اور مینیجرز کے

درمیان منافع میں حصہ داری کے معاہدوں کی پیشکش کی گئی تھی جو کارواں کو انڈر رائٹ (زیر تحفظ یا ایک طرح کا بیمہ) کرنے کے لیے استعمال کیے جانے والے قراضوں کے مشابہ تھے۔ ہمارے پاس دسویں صدی کے ایسے معاہدوں کی دستاویزات موجود ہیں۔

اسلام سے عیسائیت تک ایک اور کراس اوور کاروبار کو سنبھالنے کے لیے ایک مہارت کی ترقی تھی۔

کاروبار چلانے کے لیے، مینیجر کو لکھنے اور گننے کا طریقہ جاننے کے قابل ہونا چاہیے۔ قرون وسطیٰ کے یورپ میں خواندگی اور اعداد کی سطح بہت کم تھی۔ مثال کے طور پر دسویں صدی کے وینس میں بہت سے تاجروں نے جہاں دستخط ہونے چاہیے تھے وہاں کراس رکھ کر معاہدے پر دستخط کیے تھے۔

تاہم، 1200ء کی دہائی کے اوائل تک ریاضی کی مہارتوں میں تربیت کی مانگ بڑھ گئی تھی، اور اس وقت کے ایک سرکردہ ریاضی دان، لیونارڈو فبونیکی نے تجارتی ریاضی پر ایک کتاب کو کامیابی سے ہمکنار کیا تھا، جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ کسر اور واپسی کی شرحوں کا حساب کیسے لگایا جائے۔ وہ ایک پیشہ ور ریاضی دان تھا جو پیسا شہر سے آیا تھا لیکن وہ الجیریا میں پلا بڑھا، جہاں اس کے والد پیسان شہر کی تجارتی کالونی میں کام کرتے تھے۔

بہت سے دوسرے یورپی ریاضی دانوں کی طرح، فبونیکی نے اپنی ریاضی ایک عرب استاد سے سیکھی۔

اسلامی فقہ سے یورپ میں بھی کراس اوور (تعلقات) تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، ابتدائی اسلام میں مخیر حضرات نے مساجد کے ساتھ منسلک اسکولوں کو مدارس کہا؛ ان کا مقصد وکلاء کی تربیت کرنا تھا۔

صلیبی ریاستوں میں موجود یورپی تنظیموں، نائٹس ٹیمپلر اور **Franciscan Friars**، کو ان اداروں کے کام کرنے کے طریقے سے براہ راست آگاہی حاصل تھی، اور انہوں نے یورپ میں ان کی نقل تیار کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ نائٹس ٹیمپلر لندن کے انز آف کورٹ کے قیام میں کلیدی حیثیت رکھتے تھے۔

اس وقت کا ایک اعلیٰ عہدہ دار انگریز اہلکار، جس کا نائٹس ٹیمپلر سے قریبی تعلق تھا، والٹر ڈی مرٹن تھا، جس نے آکسفورڈ میں میرٹن کالج کو عطا کیا تھا۔ اس کالج کے قوانین یورپ میں قانونی وجود کی ایک نئی شکل کی ابتدائی مثال ہیں، جسے اب ہم ٹرسٹ کہتے ہیں۔

ایک ٹرسٹ کو تین فریقوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک عطیہ دہندہ، جو اثاثے حوالے کرتا ہے جو کہ ٹرسٹ کی او قاف کو بناتا ہے۔ایک مینیجر ،جو عطیہ دہندہ سے رابطہ قائم رکھتا ہے؛اور مطلوبہ استفادہ کنندگان، جن کے ٹرسٹ کے تحت حقوق بیان کیے جائیں گے۔عام قانون میں، ٹرسٹ کا سہ فریقی ڈھانچہ ایک نیا قانونی تصور تھا، لیکن اس کی ایک نظیر تھی، یعنی اسلامی وقف۔

انگلینڈ میں ٹرسٹ کا قانون بہت سے ٹیسٹ کیسز میں قائم کیا گیا تھا،اوران کیسز کے مدعی اکثر نائٹس ٹیمپلر یا فرانسسکن فریئرز کے ممبر تھے۔اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ فرانسسکن کی اسلامی ممالک میں موجودگی کسی بھی دوسرے عیسائی حکم کے مقابلے میں زیادہ تھی، یہ شاید ہی اتفاق ہو۔ایک چوتھا شعبہ جہاں یورپیوں نے اسلامی سانچے کی پیروی کی وہ مالیاتی اصلاحات ہیں۔1200ء کی دہائی تک یورپ میں سونے کے سکوں کا واحد جاری کنندہ بازنطینی سلطنت تھی۔

11

تاہم، وہاں جاری ہونے کے بعد، کئی جماعتوں نے خلا کو پر کرنے کی کوشش کی. یورپ میں، پہلی تین ریاستیں جنہوں نے اپنے سونے کے سکے متعارف کروائے، وینس، سسلی اور جینوا تھے۔اس لیے ہمارے پاس بہت ساری ادارہ جاتی اختراعات کے لیے اسلامی مظاہر موجود ہیں: ایک کمپنی کا قیام، بزنس اسٹڈیز کو آگے بڑھانا، کالجوں اور ٹرسٹوں کا قیام، اور سونے کی کرنسی کا آغاز۔یہ ایک سوال کا اشارہ کرتا ہے۔

محض حقیقت یہ ہے کہ یورپیوں کو بعض دریافتوں میں زیادہ وقت لگا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ انہیں بنانے کے لیے اسلامی نمونوں پر انحصار کرتے تھے۔ہم یہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اسلامی سانچوں نے ان اختراعات کے لیے تحریک فراہم کی؟اس سوال کا جواب دینے کے لیے، آیئے دیکھتے ہیں کہ اختراع کرنے والے کون تھے۔

ایک نمونہ ابھرتا ہے: **Leonardo Fibonacci**، **The Knights Templar**، اور **Franciscan Friars** . . سب کو اداروں کے انتظام کے لیے اسلامی نقطہ نظر کا سامنا تھا۔اگلا، ان مراکز پر غور کریں جہاں جدت آئی۔ تجارتی ترقی کا محور سیاسی طاقت کے مراکز میں نہیں تھا- روم یا پیرس میں نہیں؛ لیکن اسلامی ممالک کے ساتھ بہترین تجارتی تعلقات والے شہروں میں- وینس اور جینوا میں۔

یورپ میں تبدیلی کے ایجنٹ ایسے اختراعی تھے جو اسلامی طریقوں کی بصیرت رکھتے تھے۔ وینس اور جینوا کو مسابقتی فائدہ تھا کیونکہ ان کے اسلام کے دائرے سے قریبی تجارتی روابط تھے۔

تجارتی جدت طرازی کا یہ نمونہ — جو سرمایہ کاری کا خطرہ مول لینے والے کاروباری افراد کے ذریعے شروع کیا جاتا ہے، اور پھر قانون اور معاشیات میں پیشرفت کو فروغ دینے کے لیے پھیلتا ہے — نہ صرف اس نمونے کو نقل کرتا ہے جسے ہم نے ابتدائی اسلامی سلطنت میں دیکھا تھا۔ یہ اس بات کے بھی موافق ہے کہ ہائیک ہمیں جس چیز کی توقع کرے گا: کہ سماجی ترقی کا آغاز بازاروں سے ہوتا ہے، حکومتی اقدامات سے نہیں۔

حرکیات کے نقصان کے بارے میں ایک لفظ جس نے اسلامی معیشتوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک نئے تجارتی راستوں کی دریافت تھی جو مشرق وسطیٰ کو نظرانداز کرتے تھے: پرتگالی ہندوستان پہنچنے کے لیے افریقہ کے گرد سفر کرتے تھے اور ایشیا کے ساتھ تجارت مشرق وسطیٰ کو نظرانداز کرتے تھے۔ ہسپانوی بحریہ نے ایک بحری بیڑا بھیجا جو امریکہ کے لیے روانہ ہوا؛ اور بحر اوقیانوس کے اس پار نئی منڈیاں کھل گئیں جنہوں نے بڑے مواقع کی پیشکش کی۔

تاہم، ایک اور وجہ اسلام کی خود ساختہ تھی: اسلام ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ہر وہ چیز جو قرآن میں واضح نہیں تھی، طے پا گئی تھی۔ اس لمحے سے، دریافت کرنے اور اختراع کرنے کی مہم ختم ہو گئی۔ نتیجہ اخذ کرنا: اسلام — واضح طور پر بیان کرنے کے لیے — ایک مذہب ہے، اور مذہب کو معاشی نظام تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے باوجود، محمد ﷺ کا مشرق وسطیٰ میں معاشی نظام کو بدلنے پر بنیادی اثر پڑا، اور یورپ کی معیشتوں پر ثانوی اثرات مرتب ہوئے۔ ہم نے جائیداد کی سرمایہ کاری کے بارے میں محمد ﷺ کے مشورے سے آغاز کیا، اور اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ اسلام کی آمد سے پہلے عرب، ایک دولت مشترکہ تھی جس میں ایک بھی حکومت نہیں تھی، اور اسے مارکیٹوں کی ترقی کے لیے کسی کی ضرورت نہیں تھی۔

اس وراثت کے بہت سے پہلوؤں کو اسلام میں منتقل کیا گیا۔ ابتدائی اسلام نے مارکیٹ کی حامی پالیسیوں کو فروغ دیا اور ایسے ادارے بنائے جو کاروباریوں کی حمایت کرتے تھے۔ ان کے بعد، قانون اور معاشیات میں ترقی ہوئی، اور سونے کی کرنسی کی تخلیق ہوئی۔ یہی نمونہ اس وقت سامنے آیا جب یورپیوں نے ان اختراعات کو نقل کیا: مارکیٹیں یورپی سلطنتوں کے دائرے میں تیار ہوئیں، ان کے مرکز میں نہیں۔

جب محمد ﷺ نے اعلان کیا، "قیمتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں"، تو اس نے ایک خیال کا اظہار کیا جو ایڈم سمتھ کے "غیر مرئی ہاتھ" کے تصور سے مطابقت رکھتا ہے جو بازاروں کی رہنمائی کرتا ہے۔ ماہر بشریات ڈیوڈ گریبر نے ایڈم سمتھ اور محمد ﷺ کے تصورات کے درمیان ایک "حیرت انگیز مماثلت" دیکھی ہے۔

میرے خیال میں ایڈم سمتھ اور محمد ﷺ میں جو چیز مشترک ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں نے منڈیوں کو منظم کرنے کے بارے میں روایتی حکمت کو الٹ دیا: اگر ایڈم اسمتھ، جس نے یہ دعویٰ کیا کہ ایک پوشیدہ ہاتھ منڈیوں کی رہنمائی کرتا ہے، اس قول کو مارکیٹ اکنامکس کا باپ سمجھا جاتا ہے، تو کہیں نہ کہیں ماہرین اقتصادیات کے خاندانی درخت میں محمد ﷺ کے لیے جگہ ہونی چاہیے۔

12

ایک عالمی منتقلی: بحیرہ روم سے بحر اوقیانوس تک بذریعہ ڈیوڈ ابوالافیہ۔

قرون وسطیٰ کے ماحول میں سرمایہ داری کے بارے میں بات کرنا فوری طور پر اس لفظ کے متعدد معانی پر غور کرنا ہے۔ واضح طور پر، جب ہم صنعتی دنیا سے صنعتی سے پہلے کے معاشرے میں اصطلاحات کا اطلاق کرتے ہیں تو ہمیں خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

یہاں تک کہ اصطلاح "پری کیپیٹلسٹ اکنامک فارمیشنز"، جسے ایرک ہوبسبوم نے کارل مارکس کے ابتدائی کام سے ترمیم شدہ اقتباسات کے عنوان کے طور پر استعمال کیا تھا جسے گرنڈریس کے نام سے جانا جاتا ہے، میرے جیسے بورژوا (مالدار) سرمایہ دار مورخ کے لیے سوالات اٹھاتا ہے، جسے کم ہی یقین ہے کہ ہم صنعت سے پہلے کی دنیا میں موجود معاشی رشتوں کی تعریف سرمایہ داری کے ساتھ ان کے تعلقات کے ذریعے کر سکتے ہیں (تاہم اس اصطلاح کو سمجھنا ہے)، کیونکہ یقیناً "پری کیپیٹلسٹ" کی اصطلاح کا یہی مطلب ہے۔

پھر بھی، قرونِ وسطیٰ کے خاتمے کے بارے میں مارکسی بحث، یا- مارکسی مورخین کا اطلاق کرنے والی اصطلاحات کو استعمال کرنے کے لیے- "جاگیرداری سے سرمایہ داری میں منتقلی" کے بارے میں بحث شروع کرنے کے لیے ایک اچھی جگہ ہے۔

بہر حال یہ بحث محرک سوالات کو جنم دیتی ہے،اس کے باوجود، شہر اور ملک کے تعلقات کی نوعیت،مزدوروں کی تنظیم کے ساتھ،اور ایک طاعون کے اثرات کے بارے میں،جو چودھویں صدی کے وسط میں،اب سوچا جاتا ہے کہ اس نے نصف آبادی کو ختم کر دیا ہے۔یورپ کی آبادی اپنے پہلے حملے (بلیک ڈیتھ) کے دوران اور اس سے کم لیکن پھر بھی بہت اہم تعداد کیونکہ یہ بعد کی دہائیوں میں بار بار لوٹ آئی۔

جنگ کے بعد کے مارکسی مورخین، خاص طور پر موریس ڈوب، پال سویزی اور روڈنی ہلٹن (جو قرون وسطیٰ کی تحقیق میں مضبوط دلچسپی رکھنے والے واحد فرد تھے)، یہ جاننے کے خواہشمند تھے کہ مغربی یورپی معیشت کی کارکردگی مارکس کے متعین کردہ ترتیبوں سے کتنی اچھی طرح میل کھاتی ہے۔،اور اس "سالوینٹ" کی نشاندہی کرنا جس نے نام نہاد جاگیردارانہ سماج کو سرمایہ دارانہ معاشرے میں تبدیل کیا۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ یہ سرمایہ دارانہ معاشرہ کیا ہے۔مزدوروں کی تنظیم میں یقیناً تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں، جیسا کہ کچھ میں اجرت کی مزدوری، لیکن تمام نہیں، یورپ کے علاقوں نے غلامی پر زیادہ سے زیادہ تجاوز کیا۔دوسرے لفظوں میں، زمیندار، جنہوں نے بیچ میں ہمیشہ کچھ اجرتی مزدوری کی تھی،ان کسانوں کی طرف سے فراہم کی جانے والی مزدوری کی خدمات پر کم انحصار کرتے تھے جنہوں نے ان سے زمین چھین لی تھی۔اور خود غلامی کو ختم ہونے کی اجازت دی گئی تھی یا یہاں تک کہ ،اٹلی کے کچھ حصوں میں، باضابطہ طور پر ختم کر دی گئی تھی—— بولوگنا اور کچھ دوسرے قصبوں کے معاملے میں، بلیک ڈیتھ کے آنے سے بہت پہلے—— اور کچھ علاقوں میں حصص کی کٹوتی بڑے پیمانے پر ہو گئی۔

ان تبدیلیوں کو دیکھتے ہوئے، سویزی اس دلیل سے پیچھے ہٹ گئے کہ قرون وسطیٰ کا خاتمہ نقد پر مبنی اور کسی لحاظ سے سرمایہ دارانہ معیشت لے کر آیا،اور اس نے ایک عبوری دور کے بارے میں سوچنے کو ترجیح دی، جو کہ "جاگیرداری" اور "سرمایہ داری" کے درمیان درمیان ہے۔ اپنے مخصوص سماجی تعلقات۔اور ہلٹن نے بلیک ڈیتھ کے اثرات کو کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، یہ دلیل دی کہ جو تبدیلیاں رونما ہوئیں وہ زمیندار اور کسان کے درمیان تعلقات کے نئے نمونوں اور شہروں کے بڑھتے ہوئے کردار کی وجہ سے ہوئیں۔

13

فنسبری فیلڈز میں پیسٹ ہاؤس اور پلیگ پٹ (تصویر نما خاکہ)

یورپ سے باہر سے وبا کی غیر متوقع آمد (کیونکہ اس کی ابتدا اندرونی ایشیا میں ہوئی) نے ان مورخین کو بے چین کر دیا جنہوں نے سماجی تعلقات کی نوعیت اور خاص طور پر مزدوری کی تنظیم کو ماضی کی اپنی سمجھ کی کلید کے طور پر دیکھا۔ خاص طور پر، اس کا طبقاتی کشمکش سے کوئی واضح تعلق نہیں تھا جو انسانی تاریخ کے بارے میں ان کی سمجھ کے لیے لازمی تھا۔

یہاں غیر مارکسسٹ، یا در حقیقت مارکسسٹ مخالف، مورخین، جیسے کیمبرج کے ایم ایم پوسٹن، مجھے ایسا لگتا ہے کہ، یہ ظاہر کرتے ہوئے اہم نکات حاصل کرنے میں کامیاب رہے کہ معاشی زندگی انتہائی اموات کی وجہ سے بڑے پیمانے پر متاثر ہوئی تھی، اور یہ کہ ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ آیا طاعون نے "نشاۃ ثانیہ کا معاشی ڈپریشن" لایا، شدید کساد بازاری (جیسا کہ پوسٹن اور دوسروں کا خیال ہے)، یا معیشت کی اس طرح سے تنظیم نو کی جس سے ترقی کے نئے مواقع کھلے، جیسا کہ بہت سے مورخین (میرے سمیت) اب بحث کریں گے۔

زیادہ مثبت معاشی نتائج کے حق میں دلیل کی ایک انتہائی مثال لندن سکول آف اکنامکس کے ایک مورخ **A.R. Bridbury** نے پیش کی، جس نے چودھویں اور پندرہویں صدی کے آخر میں انگریزی معیشت کی اقتصادی ترقی کے بارے میں اپنے اکاؤنٹ کو خوش اسلوبی سے عنوان دیا۔

14

جہاں سویزی، یہاں تک کہ اپنی عمومیات کی دلکش وسعت کی اجازت دیتے ہوئے، کہنے کے لیے کچھ قیمتی تھا. وہ قصبوں کے کردار پر زور دینے میں تھا (جہاں سویزی، یہاں تک کہ اپنی عمومیات کی دلکش وسعت کی اجازت دیتے ہوئے، اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ قیمتی مواد تھا۔ قرون وسطیٰ کے آخری یورپ کی معیشت کو تبدیل کرنے میں شہروں کے کردار پر۔

لیکن—— صرف پوسٹن اور اس کے وارثوں کے آبادیاتی مطالعات کے نتائج کو سامنے لانے کے لیے—— بلیک ڈیتھ کی اہمیت نہ صرف مجموعی اموات میں بلکہ شہروں پر طاعون کے اثرات میں بھی نمایاں ہے۔ 50 -1347 میں شہری آبادی خاص طور پر سخت متاثر ہوئی۔ ایک دیوار والے

شہر کی محدود اور غیر صحت بخش جگہ کے اندر آبادی کے ارتکاز نے بیماری کی سب سے زیادہ خطرناک شکل، نیومونک طاعون کے پھیلاؤ میں سہولت فراہم کی۔

کاریگروں کی ورکشاپوں کا صفایا کر دیا گیا۔ ہنر مند پیشہ ور افراد، خاص طور پر طبیب جو بیماروں اور نوٹریوں کا علاج کرتے تھے جنہوں نے اپنی وصیتیں لکھی تھیں، انہیں بہت نقصان پہنچا۔ دیہی دیہات بھی ویران ہو چکے تھے، کیونکہ افرادی قوت اتنی کم ہو گئی تھی کہ زمین پر کھیتی نہ کر سکے۔

اور زندہ بچ جانے والے شہروں کی طرف متوجہ ہوئے، جہاں ملازمت کے مواقع بڑھتے ہیں اور جہاں غلامی کے بندھن اب انہیں ایک مانگنے والے رب کے لیے کام کرنے پر مجبور نہیں کریں گے : **Stadtluft macht frei**، "شہر کی چلی ہوا مفت کام کرتی ہے"۔ اس نقل مکانی کے اثرات کے تحت، ہیمبرگ اور بریمن جیسی جگہوں پر شہری آبادی نمایاں طور پر تیزی سے بحال ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شہری اور دیہی آبادی کا تناسب شہروں کے حق میں نمایاں طور پر بدل گیا۔

زیادہ آبادی سے (عملی طور پر) کم آبادی میں تبدیلی کا مطلب یہ تھا کہ شہر اور ملک میں اجرت، طویل عرصے سے افسردہ، نمایاں طور پر بڑھ گئی۔ ایک چھوٹی آبادی نے دیہی علاقوں کی پیداواری صلاحیتوں پر بہت کم دباؤ ڈالا، جسے بلیک ڈیتھ سے نصف صدی پہلے، خاص طور پر شمالی یورپ میں اکثر قحط کا زمانہ، اپنی حدود تک اور اس سے آگے بڑھا دیا گیا تھا۔ دریں اثنا، طاعون سے بچ جانے والے بہت سے لوگوں کو مرنے والے رشتہ داروں کی رقم اور جائیداد وراثت میں ملی تھی، اور انہوں نے خود کو سماجی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے پایا۔

ان حالات میں، خوراک میں بہتری آئی، جس نے بعد میں طاعون کے حملوں کے خلاف مزاحمت میں اضافہ کیا۔ اچھے معیار کی مصنوعات کی مانگ میں توسیع کے ساتھ ہی شہری دستکاریوں کا احیاء ہوا۔ یہ قرون وسطی کی بڑی صنعت، کپڑے کی صنعت میں خاص طور پر نمایاں ہے۔

بہتر مواد اور امیر رنگ زیادہ پھیل گئے : لکڑی کی کاشت، مشرق کے انڈگو کے لیے یورپ کا متبادل، ٹولوز کے آس پاس کے علاقے میں پروان چڑھا۔ **madder** نیدرلینڈ میں پیدا کیا گیا تھا؛ اور اسی طرح. دوسرے الفاظ میں، شہر اور ملک کے درمیان تعامل تیز ہوا: صنعتی فصلیں بڑے شہروں کے آس پاس زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر پیدا کی گئیں، یا کافی فاصلے پر تجارت کی گئیں۔ تقریباً 1350ء سے 1500ء کے عرصے کے دوران معیار زندگی میں نمایاں بہتری آئی۔ معیشت میں بہت زیادہ مختلف قسم کا انجکشن لگایا گیا تھا، کیونکہ علاقائی تخصص آخر کار ایک اہم پیمانے پر شروع ہوا۔ پھر دیکھا جا سکتا ہے کہ اس عرصے میں مغربی یورپی معیشت کی تجدید اور یہاں تک کہ مضبوطی کے بارے میں بڑ بڑی اور اس کے اتحادیوں کی تشخیص میں بہت سی کششیں ہیں۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شہروں کے اندر شدید تناؤ تھا، جہاں شہری بغاوتوں میں اکثر تارکین وطن اور ان کی اولاد شامل ہوتی تھی، جن کو ان گروہوں تک رسائی حاصل نہیں ہوتی تھی جو افرادی قوت کی رکنیت کو کنٹرول کرنے کی اکثر ناکام کوشش کرتے تھے۔ پھر بھی جو کچھ شمالی اور جنوبی یورپ میں ہونے والی بغاوتوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ بالکل واضح طور پر یہ ہے کہ معیشت کی بنیادی طور پر تنظیم نو کی جا رہی تھی، اور یہ کہ مختلف قسم کے کارکن جو پرانے اور سادہ زمانے میں اثر ورسوخ سے باہر رہتے تھے، اب وہ کلیدی کارکن تھے جن کی سیاسی آواز کا کبھی کبھار سخت اظہار کیا جاتا تھا۔

چودھویں اور پندرھویں صدی کے آخر میں ہونے والی معاشی پیش رفت کا یہ جائزہ مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے اگر کسی کو قرون وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کی معیشت میں تجارت اور بینکنگ کے کردار کو سمجھنا ہے۔ جن تبدیلیوں کا ہم مشاہدہ کریں گے وہ ایک خاص سیاق وسباق کے اندر رہوا، جس میں اچانک تباہی نے اقتصادی تعلقات کا ایک نیا مجموعہ تشکیل دیا۔

لیکن معیشت پر تجارت کے اثرات کو سمجھنے کے لیے، ہمیں خاص طور پر بحیرہ روم پر نظر رکھتے ہوئے، وقت کے ساتھ ساتھ تھوڑا پیچھے ہٹنا ہوگا۔

***** جیسا کہ جیک لی گوف جیسے ممتاز مورخین نے زور دیا ہے، قرون وسطیٰ کا رویہ رقم کے بارے میں ابہام سے بھرا ہوا تھا۔ قرون وسطیٰ کے یورپ میں پوپوں اور بادشاہوں نے اس میں گہری شمولیت کے ساتھ پیسوں کے کاروبار کے لیے عوامی بیزاری کو یکجا کیا۔ مغربی یورپ میں بارہویں صدی تک بنیادی مسئلہ قرضوں پر سود کی وصولی بن گیا، اور کلیسیائی طور پر سود کی وصولی کی مذمت کی گئی۔

تیرہویں صدی میں جب ارسطو کی تحریروں کے قریب سے پڑھنے سے اس دلیل کو عام کیا گیا کہ پیسہ، ایک بے جان چیز، پودے کی طرح نہیں بڑھ سکتا۔ ایسا ظاہر کرنا فطرت کے خلاف تھا — در حقیقت، غیر اخلاقی۔

اس نظریے کا وسیع پیمانے پر اظہار تیر ہویں صدی کے اسپین میں ہوا، جہاں ڈومینیکن آرڈر کے سابق سربراہ، رامون ڈی پینیا فورٹ نے ارسطو کے خیالات اور سود میں دلچسپی کے درمیان ممکنہ فرق (جو ہر کسی نے نہیں کیا) پر تبادلہ خیال کیا۔ Usura استحصالی تھا؛ سود خور کا مقصد اتنا منافع کمانا تھا کہ وہ قرض لینے والے غریب کا استحصال کرتے ہوئے، اپنے ساہوکار سے، اکثر فراخدلی سے زندگی گزار سکے۔

دیگر تمام معاملات میں اسے غیر پیداواری کے طور پر دیکھا گیا، اس حقیقت کے لیے کوئی الاؤنس نہیں دیا گیا کہ کچھ لوگوں کو، جیسے کسانوں کو، سال کے نازک اوقات میں، مثال کے طور پر جب وہ فصل کی کٹائی کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں، ان کے لیے قرض کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ تاہم، Penyafort، دلچسپی کے بارے میں زیادہ سوچنے والا تھا، لفظی طور پر "وہ جو درمیان میں ہے"۔ یہاں وہ اس سروس چارج کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اپنے پڑوسی کو قرض دینے کی پریشانی میں جانے کے لیے معقول طور پر وصول کیا جا سکتا ہے۔

اس کو نافذ کرنے کی کچھ کوشش چودھویں اور پندرہویں صدی کے آخر میں اٹلی میں کی گئی تھی، جس میں شہر کی حکومتوں کے ذریعے فرانسسکن پیادوں کی دکانیں، یا پیادوں کی دکانیں قائم کی گئی تھیں، اسی طرح 1472 میں مشہور اطالوی بینک **Monte dei Paschi di Siena** کا آغاز ہوا۔ تاجروں نے کاروبار کو آگے بڑھانے کے لیے قرضے لیے، اور سود اس شرح سے زیادہ وصول کیا گیا جو پینیا فورٹ قبول کرتا تھا۔ جیک لی گوف نے اس نقطہ نظر کو تاجر طبقے کے عروج سے دلچسپ، مگر متنازعہ طریقوں سے جوڑا۔

اس نے نجات کے عقائد کے بیک وقت عروج کو نوٹ کیا جس نے سود جیسے مکروہ گناہوں کے مجرموں کو امید کی پیشکش کی۔ اس نے استدلال کیا کہ **purgatory** کے پہلے کے بجائے مبہم نظریے نے وسطی قرون وسطیٰ میں حمایت حاصل کی تھی کیونکہ اس نے ساہوکاروں اور دوسرے تاجروں کو اجازت دینے کی شق فراہم کی تھی: اگلی دنیا میں، متوسط طبقے کے لیے ایک درمیانی دائرہ تھا، جہاں وہ الٰہی نعمتوں کے عروج سے پہلے ان کے گناہوں سے پاک کیا جا سکتا ہے؛ جنت میں اوپر کی طرف گولی مارنے یا ابدی جہنم کی آگ میں نیچے گرنے کے درمیان انتخاب اب نہیں تھا۔

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ پرگیٹری ایک آرام دہ جگہ تھی، ان لوگوں کے لیے ایک کھلی جیل تھی جنہوں نے گناہ کیا تھا لیکن بہت زیادہ نہیں؛ لیکن اس کی اذیتوں کے درمیان وقت محدود تھا، اور زمین پر موجود لوگوں کی مدد سے اسے مزید محدود کیا جا سکتا تھا، چرچ کو تحائف کے ذریعے، اکثر رقم، جو کہ اگر مخلصانہ جذبے کے ساتھ دیا جاتا تو اس رقم کو کم کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ وقت کی ایک فوت شدہ روح، شاید کسی قریبی رشتہ دار کی، پُرجیٹری میں گزارے گی۔

یہاں، پھر، ہم وقت اور پیسہ ایک ساتھ آتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ خصوصیات جو سود خور لین دین کی خدمت کا بدلہ کہتی ہیں۔ لیکن وہ چرچ کی خدمت میں، اچھے استعمال کے لیے ڈالے جاتے ہیں۔ سود کے بارے میں یہ تشویش یقیناً کیتھولک چرچ کے لیے منفرد نہیں تھی۔ یہ بحیرہ روم کے آس پاس کے تین ابراہیمی مذاہب میں عام تھا۔ عیسائی ممنوعات کی جڑیں عبرانی بائبل کے حوالے سے تھیں، اور سود کی مسلم مخالفت آج تک قائم ہے۔

اور نہ ہی یہ معاملہ تھا کہ یہودی قانون قرض دینے کی اجازت دیتا ہے- بالکل اس کے برعکس؛ لیکن خامیاں مل سکتی ہیں۔ شمالی یورپ میں، یہ سچ ہے، جن یہودیوں کو دستکاریوں تک رسائی سے محروم رکھا گیا تھا، وہ اثرانداز قرضے دینے پر مجبور تھے، اور کچھ عیسائی حکمرانوں نے، مثال کے طور پر فرانس میں، یہ آسان پایا، کیونکہ وہ یہ تسلیم کرنے سے گریزاں تھے کہ ان کے ساتھی عیسائی بھی اس میں ملوث تھے۔

سود خوری کیتھولک بحیرہ روم میں، جہاں زیادہ تر دستکاری اور پیشے یہودیوں کے لیے کھلے تھے، یہودی بڑے پیمانے پر کرسچن کے مقابلے میں پیسے دینے میں ملوث نہیں تھے۔ فالتو نقدی کے ساتھ ہر کسی نے اسے حرکت میں رکھا کیونکہ بارہویں صدی اور اس کے بعد تجارتی معیشت نے اپنی گرفت میں لینا شروع کیا۔ عیسائیوں کے درمیان، سود وصول کرنے کے الزام سے بچنے کے لیے میکانزم تیار کیا گیا۔

سب سے اہم اور مفید طریقہ کار میں سے ایک پوشیدہ سود کو شامل کرنے کے لیے شرح مبادلہ کا تعین کرنا تھا۔ کوئی ایک کرنسی میں پیسہ لے سکتا ہے لیکن (نظریہ میں کم از کم) اسے دوسری کرنسی میں واپس کر سکتا ہے۔ اور یہاں تک کہ جب ایک چارج واضح طور پر لگایا گیا تھا، یہ کچھ رائے میں قابل قبول تھا، کیونکہ یہ ایک بار پھر، صرف ایک سروس چارج تھا۔ یہ واقعی حیرت کی بات نہیں ہے کہ بارہویں صدی کے ابتدائی معاہدوں کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے۔

16

<u>**ایک سودا گر اپنے گودام میں بیٹھ کر بک کیپنگ کرتا ہے۔ 1881 میں شائع ہونے والے "Trostspiegel" (1520) سے، ہنس شوفیلن (جرمن مصور اور نقاش، c. 1480/85 - c. 1538/40) کی اصل کے بعد لکڑی کے کٹے ہوئے نقاشی کے نمونے۔ (تصویری خاکہ)**</u>

"خدااور منافع کے نام پر" proficuum quod Deus dederit ،"وہ منافع جو خدا دے گا"؛اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز جملہ ہے جو1400 کے آس پاس کے سالوں سے خاص طور پر مشہور ٹسکن مرچنٹ کے اکاؤنٹ کی کتابوں کے صفحے کے بعد صفحہ پر ظاہر ہوتا ہے—— فرانسسکو دی مارکو ڈیٹینی، نام نہاد مرچنٹ آف پراٹو۔اور یقیناً چرچ، جس نے سود کی مذمت کی تھی، سود کی ادائیگیوں سے چھوٹ نہیں تھی۔ عظیم اطالوی بینکوں کے عروج کے ساتھ، فلورنس اور دیگر جگہوں پر، تیرہویں صدی کے آخر میں، پوپ اور بادشاہ غیر معمولی طور پر امیر عیسائی بینکروں کی مالی ترقی پر بہت زیادہ انحصار کرنے لگے۔

تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جن حکمرانوں کے بارے میں سوچا جاتا تھا کہ وہ اچھے قرض خواہ ہیں انہیں اکثر بلا سود قرضے دیے جاتے تھے۔یا، انگلستان اور نیپلز کے حکمرانوں کے معاملے میں،اون (انگلینڈ کے معاملے میں) اور گندم جیسی اہم اشیاء کی برآمد کے لیے خصوصی مراعات حاصل کرنے کا موقع تھا، مفت یا جزوی طور پر ٹیکس سے پاک۔ جنوبی اٹلی کا معاملہ)۔اس طرح کی مراعات سود کی ادائیگی سے زیادہ قیمتی تھیں، حالانکہ ابتدائی قرض کی وصولی مشکل ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ ڈینٹ اچھی طرح جانتا تھا، فلورنٹائن اور دوسرے ساہوکاروں کے ساتھ اس سارے رابطے نے بڑے خرچ کرنے والے پوپ اور کارڈینلز کی ساکھ کو داغدار کر دیا۔ لیکن بینکر جانتے تھے کہ ان کی پوزیشن نازک ہے۔اور اس کا اطلاق ہوتا ہے چاہے وہ یہودی تھے۔یا"لومبارڈ"

17

(جیسا کہ اطالوی بینکرز کو عام طور پر جانا جاتا تھا) یا نائٹس ٹیمپلر، جو خانقاہی اصول کی پیروی کرنے اور پوپ کے براہ راست تحفظ سے لطف اندوز ہونے کے باوجود، تیرہویں صدی میں بینکنگ میں بھی سرگرم تھے۔ چودھویں صدی کے آغاز میں، فرانس کے بادشاہ فلپ چہارم نے یہودیوں اور لومبارڈوں کو نکال باہر کیا اور مندر کے آرڈر کو دبا دیا۔اور، یہاں تک کہ اگر یہودیوں اور ٹیمپلرز کو مارنے کی اس کی اعلان کردہ وجہ مذہبی تھی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے مقاصد مالی تھے۔

یہ رائے قائم کرنے میں ہمیشہ دشواری ہوتی ہے کہ ورکنگ کیپیٹل کہاں سے شروع ہوا ہے۔اور یہ خاص طور پر فلورنس کے معاملے میں سچ ہے، جو تیرہویں صدی کے اوائل میں بیک واٹر کی چیز تھی، لیکن 1300ء تک بینکنگ اور کپڑے کی صنعت دونوں کے ایک مرکز کے طور پر بہت زیادہ اہمیت حاصل کر چکی تھی۔

صدی کے وسط تک فلورنٹائن کے تاجر، جو اکثر اپنے امیر پڑوسی پیسا شہر کی سہولت کے جھنڈے کے نیچے تجارت کرتے تھے، مقدس سرزمین، یروشلم کی صلیبی بادشاہی میں، اور اس کے پھلتے پھولتے تجارتی دارالحکومت، کئی ایکڑ میں موجود تھے۔1252ء کے لگ بھگ وہ تیونس میں ایک بار پھر اعزازی پیسان کے طور پر موجود تھے، لیکن انہوں نے مقامی مسلمان حکمران کے دربار میں اس وقت کافی ہلچل مچادی جب اس نے انہیں اپنے سونے کے سکوں کے گرد چمکتے دیکھا، فلورین جو (جینوا کے جینوین کے ساتھ) تھا۔ ساڑھے چار صدی قبل شارلمین کے زمانے سے مغرب (جنوبی اٹلی کے شمال اور اسپین کے کچھ حصوں) میں پہلا سونے کا سکہ تیار کیا گیا تھا۔

فلورین کی ٹکسال، 1252ء کے بعد سے، جلد ہی دوسرے شہروں نے نقل کی، اور سونے سے مالامال زمینوں، جیسے کہ شمالی افریقہ کے شہر اور لیونٹ سے منافع کے جمع ہونے کی گواہی دیتا ہے- وہ علاقے جو چاندی میں بھی غریب تھے اور کوشش کی گئی۔ مغربی چاندی کو اپنی طرف کھینچنا۔ اس لیے کرنسی مارکیٹ نے عیسائی یورپ اور مشرقی بحیرہ روم کے درمیان ایک اہم بانڈ فراہم کیا۔

ہمارے پاس ابھی تک یہ راز باقی ہے کہ ایک دوسرے درجے کا شہر، فلورنس، کیوں اس مالیاتی انقلاب میں برتری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، لیکن یقیناً یہ زیادہ دیر تک دوسرے درجے کا شہر نہیں رہا۔ تجارت کے فلورنٹائن نیٹ ورک نے بینکنگ کی توسیع کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کیا۔ یہاں ہم عظیم اور قدیم خاندانوں کے کردار کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، بارڈی اور پیروزی جیسے بزرگ، جنہوں نے قرون وسطیٰ کے یورپ کی تاریخ میں دو سب سے بڑے بینک قائم کیے، اپنے کام کے پیمانے پر میڈیکی سے بہت آگے نکل گئے جنہوں نے زیادہ شہرت حاصل کی۔

ایک تیسرے کنارے کے ساتھ مل کر، Bardi، Acciaiuoli اور Peruzzi نے نیپلز کی بادشاہی کی اقتصادی زندگی پر غلبہ حاصل کیا، جو تیرہویں صدی کے آخر میں اور چودھویں صدی کے دوران، ایک فرانسیسی خاندان کے زیرِانتظام تھا۔ ان بینکوں کی کامیابی فلورنس، نیپلز کے بادشاہوں اور پوپ کے درمیان اتحاد کی وجہ سے تھی- نام نہاد خلیجی اتحاد، جس کی علامت فرانس کی للی تھی، جو آج تک فلورنس کا بیج ہے۔

تاہم، جیسا کہ ہم دیکھیں گے، انہوں نے بالآخر اپنے سیاسی فیصلے کرنے کا اعتماد حاصل کر لیا، جو ہمیشہ خاص طور پر دانشمندانہ نہیں تھے۔ اینجیون بادشاہوں نے ان تینوں کمپنیوں کو اپنے آبائی شہر کو کھانا کھلانے کے لیے بہت زیادہ مقدار میں گندم اور دیگر بنیادی اشیائے خوردونوش برآمد کرنے کی اجازت دی، جس کی ہمیں چودھویں صدی کی ایک یادداشت کے ذریعے یقین دلایا گیا ہے جو ایک مقامی کارن چانڈلر کی طرف سے لکھی گئی تھی۔ بارہ میں سے پانچ ماہ کے لیے اپنے علاقے۔

جیسا کہ فلورنس تجارت، صنعت اور مالیات کا زیادہ سے زیادہ اہم مرکز بن گیا،اس شہر نے ٹسکن کے دیہی علاقوں اور اس سے آگے کے تارکین وطن کے بہاؤ کو راغب کیا۔اور اس سب نے خوراک کی فراہمی پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا۔ بارڈی، پیروزی اور اکیاولی کی سرگرمیاں اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہیں کہ انہیں محض "بینکوں" کے طور پر درجہ بندی کرنا کتنا غیر دانشمندانہ ہے۔

قرضے ان کے کاروبار کا ایک اہم حصہ تھے۔ لیکن وہ کمپنیاں تھیں، خاندانی بنیاد پر، وسیع مفادات کے ساتھ،اور وہ جنوبی اٹلی سے گندم کی عظیم الشان کھیپ کو منظم کرنے کی اتنی ہی اہلیت رکھتے تھے جتنا کہ وہ قرضے لینے اور سود کا حساب لگانے میں تھے۔ان نام نہاد بینکوں کی ایک اور بہت اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ قلیل مدتی انجمنیں تھیں، جن میں (بنیادی طور پر) خاندان کے افراد ہی داخل ہوئے،اور چند سالوں کے بعد تحلیل ہو گئے۔ یقیناًان کی تجدید کی جاسکتی ہے،اور اکثر ہوتی ہیں، لیکن شراکت دار بدل سکتے ہیں۔

وہ ایجنٹوں کے ذریعے کام کرتے تھے،ان میں سے کچھ خاندان کے افراد اور دیگر بھروسہ مند ملازمین، جنہیں ان جگہوں پر اپنے نمائندے کے طور پر رکھا گیا تھا جہاں وہ اپنا زیادہ تر کاروبار کرتے تھے: روڈس، نیپلز، پالرمو، ایوگنون، وغیرہ۔

18

یہ بحیرہ روم کی بات ہے، لیکن شمالی یورپ میں کاروبار نے ان کمپنیوں کو دوسرا سہارا فراہم کیا،اور وہاں کی ان کی سرگرمیاں بحیرہ روم میں ان کے کاروبار کے ساتھ گہرے طور پر جڑی ہوئی تھیں۔انگلستان فلورنٹائن لومز کے لیے انتہائی اعلیٰ قسم کی اون کا ایک اہم ذریعہ تھا، جسے بارڈی، پیروزی اور دیگر فلورنٹائن کمپنیاں،انگریز بادشاہوں کے ساتھ انتظامات کے ذریعے،فلینڈرز یا براہ راست بحری جہازوں پر(1281ء کے بعد سے) اٹلی کو برآمد کرتی تھیں۔آبنائے جبرالٹر—— اپنے بیڑے کی کمی کے باعث،فلورنٹائن جینوا اور کاتالان میجرکا کے بحری جہازوں پر انحصار کرتے تھے۔فلینڈرس سے اونی کپڑا،اور ساتھ ہی ٹسکنی میں کپڑے میں تبدیل ہونے والی خام اون، بحیرہ روم کے اس پار بڑی مقدار میں برآمد کی جاتی تھی، یہاں تک کہ معاشی مورخین نے مشرق قریب میں مغربی ٹیکسٹائل کی "ڈمپنگ" کی بات کی ہے، جیسے کہ دوسری جگہوں پر۔اسکندریہ اور دمشق؛انہوں نے اسے 1200ء کے بعد اسلامی دنیا میں صنعتی زوال سے جوڑا ہے۔

اس ڈمپنگ نے مشرق اور مغرب کے درمیان دیرینہ ادائیگیوں کے توازن کا مسئلہ جو مشرق سے لگژری اشیا اور مہنگے مسالوں کی برآمدات اور مغرب سے خام مال، ٹیکسٹائل اور کھانے پینے کی اشیا کی درآمد سے پیدا ہوتا ہے، آسانی پیدا کی، لیکن حل نہیں ہوئی۔ انگلینڈ میں کام کرنا ہمیشہ آسان نہیں تھا،اور بینکرز ایڈورڈ II کے تحت ملک کی بھری ہوئی سیاست میں شامل ہو گئے۔ لیکن اصل مشکل اس وقت پیدا ہوئی جب انہوں نے

ایڈورڈ IIIاور اس کی عدالت کو دیئے گئے قرضوں کی وصولی کی امید کرتے ہوئے اپنے آپ کو حد سے زیادہ بڑھایا جس کے بعد فلینڈرز میں ایک تباہ کن فوجی مہم نکلی۔

خطرے کی تشخیص، بہتر یا بدتر، چودھویں صدی کے بینکروں کے الفاظ یا طریقوں کا حصہ نہیں تھی۔1340ء کی دہائی کے اوائل میں نیپلز کی بادشاہی میں بھی حد سے زیادہ توسیع دیکھی گئی، اور اپنی کاروباری سلطنت کے دو اہم علاقوں میں بارڈی، پیروزی اور اکیاولی کو جن مشکلات کا سامنا تھا، ان کی وجہ سے بینکنگ کریش ہوئی جس نے نہ صرف فلورنس کی بلکہ تمام معاشی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ بادشاہتیں جنہوں نے فلورینس پر انحصار کیا تھا۔

تینوں بینکوں کو ختم نہیں کیا گیا، لیکن اس کے بعد ان کے کام مزید خاموش ہو گئے۔ اور چودھویں اور پندرھویں صدی کے اواخر کے فلورنس اور دوسرے اطالوی شہروں کے بینک بہت چھوٹے آپریشنز کے حامل تھے، جو کم سرمائے اور چھوٹے عملے کے ساتھ کام کر رہے تھے، حالانکہ وہ پانچ سال کے لیے قابل تجدید قلیل مدتی ایسوسی ایشن بنتے رہے۔ میں نے میڈیکی کا ذکر کیا ہے، جس کے کام کرنے کے اس زیادہ معمولی انداز کے باوجود، اب بھی پورے یورپ اور بحیرہ روم میں ایجنٹ موجود تھے اور فلانڈرز کے عظیم مالیاتی اور تجارتی مرکز، بروز میں سب سے زیادہ نمایاں تھے۔

بلیک ڈیتھ کے بعد کے دور میں کاروبار کے طریقہ کار میں دوسری تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں، جن کے اثرات اب بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ ہمیں ڈبل انٹری بک کیپنگ کا بڑھتا ہوا استعمال نظر آتا ہے، جس سے منافع اور نقصان پر بہتر کنٹرول ہوتا ہے۔ ہم وینس جیسے شہروں میں بین بینک ٹرانسفر کا زیادہ سے زیادہ نفیس استعمال دیکھتے ہیں، جس میں بڑی مقدار میں انواع کو لانا ہمیشہ آسان نہیں تھا۔ اور یہ اعتماد کے نیٹ ورکس کے لیے بھی بوتا ہے، جو کبھی کبھی خاندانی رشتوں کی بنیاد پر ہوتا ہے، لیکن شناسائی کی دوسری شکلوں پر، یہاں تک کہ کسی کے کاروباری پارٹنر کے روبرو علم کی عدم موجودگی میں بھی۔

قانون سازی کی طرف سے ضمانت یافتہ ریکارڈ کی درستگی بہت اہم تھی۔ ایک بہت ہی قابل توجہ تبدیلی بیمہ کا پھیلاؤ ہے، جو کہ 1200ء کے آس پاس بہت نایاب تھا۔ پندرھویں صدی کے وسط تک، بارسلونا جیسے شہروں سے باہر کھیپ کی بیمہ کرنے سے بڑا کاروبار کیا جاتا تھا، کیونکہ یہ ایک وقت تھا اور وہ خطہ جہاں بحری قزاقوں جیسے بار بری کورسیئرز کے حملے بظاہر بڑھ رہے تھے۔

عربی ہندسوں کا آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا استعمال ایک اور سوال ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے سوچنے کے انداز میں، عربی ہندسوں کو استعمال کیا جاتا ہے بجائے اس کے کہ ہم رومن نمبروں کو استعمال کرتے ہیں، مثال کے طور پر، نمبر کی فہرست میں۔ پیچیدہ فارمولوں اور **abacus** کے استعمال نے رومن ہندسوں کا استعمال کرتے ہوئے ضرب اور تقسیم کو ممکن بنایا۔ اور پھر بھی مغربی یورپ میں عربی ہندسوں کا تعارف 1200 کے قریب واپس چلا گیا، جب لیونارڈو فبونیکی، ایک پسان جو الجزائر اور تیونس میں بوگی کا طویل تجربہ رکھتا تھا، نے اس موضوع پر ایک ٹریکٹ لکھا تھا۔

یقینی طور پر، 1494ء کے لوکا پیسیولی جیسے ریاضی کے کتابچے، یا اس سے بھی پہلے 1478ء میں وینس کے قریب ٹریوسو میں چھپنے والے کتابچہ نے تاجروں کی درست طریقے سے کاروبار کرنے کی صلاحیت کو بڑھایا۔

19

اگر کوئی طاعون کے بعد کے دور میں معاشی سرگرمیوں کے کسی خاص شعبے کی نشاندہی کرنا چاہتا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح مغربی یورپی تاجروں نے دور تک اگائی جانے والی مصنوعات میں سرمایہ کاری کی اور پھر انہیں یورپ کے بکھرے ہوئے بازاروں میں منتقل کیا، تو کوئی چینی کی پیداوار پر قبضہ کر سکتا ہے۔ ایسٹ انڈیز سے تعلق رکھنے والی یہ مصنوعات ابتدائی قرون وسطیٰ میں اسلامی دنیا میں پھیلی اور شام اور جنوبی اسپین کے کچھ حصوں اور سسلی میں بھی تیرہویں صدی کے اوائل تک کاشت کی گئی۔ بلیک ڈیتھ کے بعد، جینیوز نے قبرص کے پین ہینڈل میں چینی کے انتہائی کامیاب کارخانے چلائے۔

طاعون کے بعد کے دور میں چینی کی مانگ میں اضافہ ہوا، مجموعی طور پر پر تعیش اشیاء کی مانگ کے ساتھ۔ چینی کی دلچسپی صرف اس حقیقت میں نہیں ہے کہ یہ ایک اعلیٰ مارکیٹ کی مصنوعات میں سے تھی جو بحیرہ روم کے شمال میں پیدا نہیں کی جاسکتی تھی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک محنت طلب صناعی تھی اور اس کی تیاری کے لیے درکار حالات کافی اچھے نہ تھے۔ مخصوص — خاص طور پر، وافر مقدار میں پانی کی فراہمی ضروری تھی۔

1400ء تک جینوز سسلی میں شوگر پلانٹس پاٹر اپیٹی میں بھی سرمایہ کاری کر رہے تھے، جہاں کم از کم 150 سال کے وقفے کے بعد چینی کے ذخیرے کی خاصی مقدار میں کاشت کو بحال کیا گیا۔ اکثر یہ سرمایہ کار جزیرے پر جینوائی آباد کار تھے، جو مقامی تاجروں کے ساتھ شراکت میں کام

کرتے تھے۔ان کے کاروباری طریقوں کو بار بار پیش کیا جائے گا، جیسا کہ ہم دیکھیں گے،ایک بار جب بحراوقیانوس بھی تجارت کے لیے کھلنا شروع ہوا۔

اس کے باوجود شوگر ملوں کی ملکیت بھی پیداوار کی جگہ سے بہت دور رہ سکتی ہے۔پندرھویں صدی کے آخر میں،ایک جنوبی جرمن تجارتی تنظیم،Große Ravensburger Handelsgesellschaftنے چینی کی صنعت میں اپنی دلچسپی کو نہ صرف مصنوعات میں ڈیل کر کے، بلکہ شمالی ترین علاقے والینسیا میں ایک شوگر مل حاصل کرنے کے ذریعے، جہاں چینی تھی۔ بڑھاہوا1460ء کی دہائی میں انہوں نے موریش مزدوروں کی خدمات حاصل کیں، لیکن آپریشن کامیاب نہیں ہوااور صرف ایک یا دو دہائیوں تک جاری رہا۔

پھر بھی،اسٹاک لگانے سے لے کر وسیع کنفیکشنز کی مارکیٹنگ تک چینی میں سرمایہ کاری کرناایک بہت ہی دلچسپ تجربہ تھا جسے وہ برگنڈی یا رائن پیلیٹینیٹ کے درباروں، یااس کے خوشحال گوروں کو فروخت کرنے کی امید کرتے تھے۔نیورمبرگ اورریگنسبرگ۔اس اجناس کی اصل پیداوار سے مزید پیچھے کھڑے ہوئے، فلورینٹائنز، جینیوز اور کاتالانوں نے بھی جزیرہ نما آئبیرین میں ایک باقی ماندہ مسلم سلطنت، غرناطہ کی نصری بادشاہی میں پروڈیوسروں کے ساتھ بہت قریبی تجارتی تعلقات استوار کیے، جہاں سے انہوں نے ریشم بھی حاصل کیا۔ چمکدار سیرامکس، اور خشک میوہ جات۔

ان اطالوی اور کاتالان تاجروں کی مالی مدد کے بغیر، یہ شکوک وشبہات ہیں کہ آیانصری خاندان کے پاس الحمراء پہاڑی پر اپنے حیران کن محلات بنانے کے ذرائع ہوتے یاحقیقتاًکاسٹیلین شورویروں کے بار بار حملوں کے سامنے اپنی چھوٹی مملکت کو زندہ رکھنے کے لیے۔ قرون وسطیٰ کے اختتام پر یورپی معیشت کے کسی بھی اکاؤنٹ سے چینی کی مطابقت کو دوسرے طریقوں سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

مشرقی بحیرہ روم میں ترکی کی پیش قدمی کے جواب میں، مغربی یورپی تاجروں نے کم خطرناک بازاروں کی تلاش شروع کر دی جہاں سے نہ صرف چینی بلکہ دیگر عمومی طور پر "مشرقی" مصنوعات، جیسے خشک میوہ جات جو انہوں نے اب ترکی کے بجائے ویلینسیااور گریناڈا(غرناطہ) سے حاصل کیے ہیں۔اوریونان. جب چینی کی بات آئی،تاہم، ترک اور دیگر مسلم سرزمینوں سے ہٹ جانے سے یورپی تاجروں اور صنعت کاروں کو نہ صرف سسلی اور ویلنسیا، بلکہ آبنائے جبرالٹر سے ہوتے ہوئے نئے دریافت ہونے والے بحراوقیانوس کے جزیروں تک لے گئے جو اس کے تسلط میں آ گئے تھے۔اس سے پہلے پرتگال کی غیر معمولی بادشاہی،اور خاص طور پر پرنس ہنری کے کنٹرول میں، جسے "نیویگیٹر" کہا جاتا ہے۔

ہنری اور اس کے جانشینوں نے افق کے کنارے پر پہلے سے غیر آباد جزیرے ماڈیرا کو چینی کی پیداوار کے ایک غیر معمولی کامیاب مرکز میں تبدیل کر دیا، جو نہ صرف پرتگال اور اسپین بلکہ فلینڈرس اور شمالی یورپ کو حیران کن مقدار میں چینی فراہم کرنے کے قابل تھا۔ جزیرے میں پانی کی اچھی فراہمی اور بھرپور کنواری مٹی کے تمام فوائد تھے۔ مسلم غرناطہ سے بھی زیادہ، پرتگال کو چینی کی بڑے پیمانے پر پیداوار نے سہارا دیا۔ پندرہویں صدی کے آخر میں، اگرچہ، خط استوا پر واقع جزیرے ساؤ ٹومی میں پیداوار منتقل کرنے کا فیصلہ مشکل ثابت ہوا۔

20

کیوں کہ بری غلطیاں کی جا سکتی ہیں: مرطوب آب و ہوا نے خشک کرنے کے عمل کو غیر موثر بنا دیا، اور مقامی کیڑوں کی آبادی نے شوگر بلاکس میں رہائش اختیار کر لی جو یورپ میں ناخوشگوار انداز میں صارفین کو بھیجے گئے تھے۔ اعلیٰ معیار کی پیداوار کی واپسی صرف سولہویں صدی کے وسط میں برازیل میں شوگر ملوں کے قیام سے حاصل ہوئی۔ اس سے چینی کے جغرافیائی پھیلاؤ کا کچھ اندازہ ہوتا ہے، لیکن سرمایہ داری کی ہماری بحث میں دو پہلو ہیں جن پر زور دینے کی ضرورت ہے۔

ان میں سے ایک جینوس کے سرمایہ کاروں کی مسلسل موجودگی ہے، جنہوں نے نہ صرف میڈیرا اور کیپ وردے بلکہ کینزی جزائر میں کاروبار کے اچھے مواقع دیکھے۔ ان جزائر کی فتح آہستہ آہستہ حاصل کی گئی۔ Tenerife، جس کی مقامی گوانچے کی آبادی نے پتھر کے زمانے کے ہتھیاروں پر انحصار کرنے کے باوجود سخت مزاحمت کی، صرف 1496 میں کاسٹیل کے بادشاہ کے ہاتھ میں آگئی۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ جیسے ہی ہر جزیرہ ہسپانویوں کے قبضے میں آگیا، جینوئی سرمایہ کاروں نے مہینوں کے اندر اندر چینی قائم کرنے کے لیے منتقل کیا۔ ملیں اور اسپین، پرتگال اور اٹلی کے آباد کاروں کی چھوٹی کالونیوں کی خدمت کے لیے۔

یہ جان کر کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ کرسٹوفر کولمبس کی طرف سے ان جزائر کی دریافت کے بعد کیریبین میں بھی ایسا ہی نمونہ پایا جا سکتا ہے، جو (جب کہ کچھ لوگ اب بھی دوسری صورت میں دعویٰ کرنے سے لطف اندوز ہوتے ہیں) یقیناً ایک جینوئیز تھے، جن کا ماضی میں میڈیران شوگر کا تجربہ تھا۔ صنعت قائم کرنے کی ان کوششوں کی دلکشی یہ ہے کہ ہم ایسے علمبرداروں کو دیکھ رہے ہیں جنہوں نے ایک انتہائی منافع بخش لگژری آرٹیکل کی پیداوار کے نئے مراکز پر بنائے گئے نئے تجارتی نیٹ ورکس بنانے کے لیے یورپی سرمائے کو متحرک کیا۔

شوگر انڈسٹری کا دوسرا پہلو جس پر زور دیا جانا چاہیے وہ ہے مزدوروں کی تنظیم۔ مجموعی طور پر، آئبیریا کے اندر چینی کی پیداوار کا انحصار غلاموں کے گروہوں پر نہیں تھا۔ یہ کام پیچھے ہٹنے والا تھا- درحقیقت، اس میں سے بدترین کام کرنے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ گدھے کو شوگر پریس میں پکڑا

جائے اور اسے سارا دن پریس چلانے میں استعمال کیا جائے۔ گھریلو غلامی درحقیقت بحیرہ روم کے عیسائی شہروں جیسے پالرمو اور جینوا میں کافی پھیلی ہوئی تھی، لیکن غلاموں کی مزدوری کا بڑے پیمانے پر استعمال نایاب تھا۔

کینریز میں بھی یہی معاملہ تھا، جہاں مقامی آبادی میں سے جو لوگ غلامی کا شکار تھے، انہیں عام طور پر سیویل اور دیگر ہسپانوی شہروں میں، دوبارہ گھریلو کام جیسے باغبانی کے لیے لے جایا جاتا تھا۔ جہاں تک کوئی دیکھ سکتا ہے، شوگر ملوں میں زیادہ تر جسمانی مشقت، کم از کم پندرہویں صدی میں، مفت پرتگالی تارکین وطن نے کی تھی، جو Tenerife اور گرینڈ کینری میں عام تھے، اور یقیناً پرتگالی ملکیت والے جزائر مادیرا اور میں۔ Azores.

استثنا São Tomé ہے، جہاں پرتگال کے بادشاہ نے سینکڑوں یہودی بچوں کو اس جزیرے پر بھیجتے ہوئے دیکھا، جہاں ان کی مثال نہیں ملتی، جہاں تک ان کی پرورش ان کے والدین سے دور عیسائیوں کے طور پر کی جاتی تھی، اور ان کی پرورش کی گئی چینی کے باغات، بظاہر غلاموں کے طور پر۔ حیرت کی بات نہیں، ایسا نہیں لگتا کہ ان میں سے کوئی بھی جنگل کے حالات میں زیادہ دیر تک زندہ رہا۔

لیکن یہاں تک کہ کیریبین میں، جہاں کولمبس اور اس کے جانشینوں نے مقامی ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا تھا (حالانکہ وہ قانونی طور پر آزاد تھے)، یہ بہت بعد میں تھا کہ چینی کے باغات کامیاب ہونا شروع ہوئے، اس وقت تک مقامی Taínos سب ختم ہو چکے تھے اور سیاہ افریقی مزدوروں کو پہلے سے زیادہ تعداد میں درآمد کیا جانے لگا۔ سست آغاز نے جینوز اور دوسروں کی دور دراز کی زمین میں سرمایہ کاری کرنے میں ہچکچاہٹ کی عکاسی کی جو پہلے ہی ہسپانوی غلط حکومتوں اور اندرونی تنازعات کی وجہ سے ٹوٹ چکی تھی۔

جینوا، سولہویں صدی کے دوران، چاندی کے گیلوں کی آمد کا اندازہ لگا کر اور جرمن بینکروں کے ساتھ، جن میں سے آؤگسبرگ کے فوگرز سب سے زیادہ مشہور ہیں، زیادہ خرچ کرنے والے ہسپانوی حکمرانوں کو خوشخبری دے کر، آخر کار امریکہ سے اپنی دولت کمائے گا۔ سولہویں صدی کے جینوا کی کامیابی اس کے روایتی تجارتی نیٹ ورکس کی بنیاد پر نہیں تھی، جو گر چکے تھے یا ٹوٹ رہے تھے، بلکہ ہسپانوی بادشاہت کو مالی طور پر برقرار رکھنے کے لیے جینوائی اشرافیہ کی صلاحیت پر مبنی تھی۔

مالیاتی خدمات کی فراہمی کی طرف منتقل ہونے میں قرون وسطی کے عظیم تجارتی مراکز میں جینوا تنہا نہیں تھا۔ Bruges تجارت کے ایک مرکز کے طور پر اپنی اہمیت کھو بیٹھا کیونکہ اس کی ایکس پورٹ پر مٹی پڑ گئی اور فلیمش کپڑوں کی صنعت کو انگلینڈ اور دیگر جگہوں سے سخت مقابلے کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کی اہمیت میں اضافہ ہوا.

21

صنعت کوانگلینڈاور دوسری جگہوں سے مضبوط مقابلے کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بلوں کے تصفیہ اور منتقلی کے ایک مرکز کے طور پر اس کی اہمیت میں اضافہ ہوا،اور اس کی گلیوں میں جینوسی، فلورنٹائن،اور ہینسیٹک کاروباری برادریوں کے قونصل خانوں کی موجودگی سے فائدہ اٹھایا، جن کے گھر اب بھی شہر میں منتقل کیے جا سکتے ہیں۔ بارسلونا میں تاجر خاندان پہلے ہی پندرہویں صدی کے دوران فعال تجارت سے بانڈز میں سرمایہ کاری کی طرف جا رہے تھے۔

خاص طور پر شہری حکومتیں بانڈز جاری کرنے کی خواہشمند تھیں تاکہ وہ اپنے پر جوش عمارتی منصوبوں کا احاطہ کر سکیں، خواہ یہ بندرگاہ کو بڑھانا ہو یا شاندار لاگجیاس (لوٹجا) کی تعمیر جس نے شہر کی دولت اور شان کا مظاہرہ کیا۔ یہ **loggias** نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ایک اچھی جگہ ہیں۔ اگرچہ کوئی بھی قرون وسطیٰ کے تناظر میں سرمایہ داری کی تعریف کرنے کا انتخاب کرتا ہے، یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ پورے مغربی یورپ میں قرون وسطیٰ کے اختتام پر شہر اور ملک کے درمیان تعلقات میں تبدیلی دیکھنے میں آئی، جس میں شہری بنیادوں پر سرگرمیوں کو فروغ دیا گیا، جو بھرپور سرمایہ کاری کے ذریعے حاصل ہوا۔ اعلیٰ پروفائل.

ہم کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم روم کے زوال کے بعد سے شہری معیشت اتنی غالب ہو گئی تھی کہ پہلے کبھی نہیں تھی۔ بحر اوقیانوس کے عظیم کاروباری اداروں کے آغاز کے لیے ایک پلیٹ فارم بھی بنایا گیا تھا جس میں چینی کی پیداوار سب سے اہم تھی، یہاں تک کہ برائی اور دیر پاٹرانس اٹلانٹک غلاموں کی تجارت کے عروج سے پہلے۔

شاید نتیجہ اخذ کرنے کا بہترین طریقہ پیسہ کمانے کے قابل ذکر اخلاقی دفاع کے ساتھ ہے جو ویلنسیا میں پندرہویں صدی کے آخر میں لا گیا شہر کی دیواروں کے ارد گرد کندہ ہے۔ ایک ایسی عمارت جس کے بلند ہوتے ہوئے گوتھک فن تعمیر نے تجارت اور سرمایہ کاری کی قدر میں بے حد اعتماد کا اعلان بھی کیا:

I پندرہ سالوں میں بنایا گیا ایک شاندار گھر۔ ہم وطنو، خوشی منائیں اور دیکھیں کہ کوئی چیز کتنی اچھی چیز ہے، جب وہ بولتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ دیانت دار رہتے ہیں اور اسے دھوکہ نہیں دیتے، وہ سود کے لیے رقم وقف نہیں کرتے۔ جو سوداگر اس طرح کام کرتا ہے وہ بہت زیادہ ترقی کرے گا اور آخر کار ہمیشہ کی زندگی سے لطف اندوز ہو گا۔

22

ابتدائی جدید دور میں معاشی طاقت کا بدلتا ہوا محور از وکٹوریہ بیٹ مین

بہت سے لوگوں کے لیے جو اس سے گزر رہے تھے، ابتدائی جدید دور سیاسی اور مذہبی دونوں لحاظ سے انتشار کا دور تھا۔ تاہم، یہ قسمت کے ڈرامائی طور پر بدلنے کا دور بھی تھا جس نے معاشی توازن کو اس سمت میں بدل دیا جس نے ہمیں جدید دور تک پہنچا دیا۔ تاریخ میں پہلی بار، یورپ نے اس اقتصادی برتری کو چیلنج کرنا شروع کیا جو مشرق کے پاس ہزاروں سال سے تھی، جبکہ یورپ کے اندر اقتصادی طاقت کا محور فیصلہ کن طور پر بحیرہ روم سے دور اور براعظم کے شمال مغرب کی طرف منتقل ہو گیا۔

ڈچ معیشت ایک شاندار سنہری دور سے گزر رہی تھی اور برطانیہ صنعتی انقلاب کی راہ پر مضبوطی سے گامزن تھا۔ یہاں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ طاقت کا توازن اتنا فیصلہ کن طور پر کیسے اور کیوں تبدیل ہوا—— کس طرح یورپ شمال مغربی بحیرہ روم کو عبور کرنے آیا اور اس کے ساتھ، یورپ کس طرح مشرق کو پیچھے چھوڑ گیا۔

ہم ان عوامل پر غور کریں گے جن پر مورخین نے روایتی طور پر زور دیا ہے، یعنی نمائندہ حکومت کا عروج اور منڈیوں کی ترقی، اور پھر کچھ نئی وضاحتوں کو دیکھیں گے، جن میں جوئل موکیر کا روشن خیالی نظریہ اور رابرٹ سی ایلن کا اعلیٰ اجرت کا نظریہ شامل ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ ان میں سے ہر ایک سلسلے میں شمال مغرب کی کامیابی کی جڑ میں ایک **feminist** لہر تھی جو ہمارے عام طور پر سوچنے سے 500 سال پہلے شروع ہوئی تھی، اور جس نے نہ صرف نوجوان خواتین کی زندگیوں میں ڈرامائی تبدیلیاں لائی تھیں بلکہ اقتصادیات کے پھیلاؤ کی بنیادیں بھی فراہم کی تھیں۔

حقوق نسواں نہ صرف خواتین کے لیے اچھا تھا: یہ معیشت کے لیے بھی اچھا تھا۔ اس کے بغیر، مغربی معیشتیں آج کی دولت حاصل کرنے کے قابل نہ ہوتیں۔

دنیا میں یورپ کا مقام جدید دور کے نقطہ نظر سے،

ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں اور یہ فرض کرتے ہیں کہ "مغرب ہمیشہ بہترین رہا ہے" - کہ قدیم یونانیوں کے زمانے سے لے کر، تمام اہم تکنیکی اور فکری کامیابیوں کی تاریخ یورپ کی سرکردہ فطرت کا نتیجہ تھی۔

ہمیں اکثر بتایا جاتا ہے کہ مشرق صرف مغربی طرز کی منڈیوں اور اداروں کو اپنانے کے نتیجے میں ترقی کر رہا ہے۔

تاہم، یہ عام طور پر قبول شدہ کہانی ایک افسانہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ سائنس کے مورخین بخوبی جانتے ہیں، اور جیسا کہ خاص طور پر جوزف نیدھم نے انکشاف کیا ہے، زیادہ تر تاریخ کے لیے مشرق — نہ کہ مغرب — درحقیقت آگے رہا ہے۔ تاریخ کی زیادہ تر بڑی تکنیکی کامیابیاں، بشمول کاشتکاری، شہری کاری، اور تحریری لفظ کی ترقی، یورپ سے باہر ہوئی۔ یورپ تقلید کرنے والا تھا، اختراعی نہیں۔ یورپ کے وہ علاقے جو مشرق کے ساتھ سب سے زیادہ قریب سے جڑے ہوئے تھے (قسطنطنیہ کے ذریعے اور شاہراہ ریشم کے ساتھ) - بشمول، خاص طور پر، اٹلی تھے۔

23

سان مارکو، وینس کے بیسن سے مولو، کینیلیٹو، c.1747-1750 سان ڈیاگو میوزیم آف آرٹ/ویکی کومنز

یورپ کے وہ حصے جنہوں نے تاریخ کے اوائل میں فتح حاصل کی۔ کینیلیٹو کی پینٹنگز میں واضح طور پر نظر آنے والے وینس جیسے شہروں کی دولت اجارہ دارانہ تجارتی مراعات کی پشت پر تعمیر کی گئی تھی جس کی وجہ سے اطالوی تاجروں کو مشرقی اشیا کا ذریعہ بنانے اور پھر یورپی صارفین کو اونچی قیمتوں پر فروخت کرنے کی اجازت ملی۔ وقت گزرنے کے ساتھ، سامان کی اس منتقلی کے ساتھ علم کا ایک بہاؤ آیا، اور قرون وسطیٰ کے دور کے اختتام تک یہ واضح ہو گیا کہ یورپ، بہت سے طریقوں سے، مشرق کا استحصال کر رہا ہے۔

نتیجہ نشاۃ ثانیہ تھا — جسے پیٹریشیا فارا نے ایک "انٹلیکچوئل فیز '2' قرار دیا ہے — جو فنون لطیفہ سے زیادہ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ حیرت کی بات نہیں، مشرق کے ساتھ اس کے روابط کو دیکھتے ہوئے، یہ نشاۃ ثانیہ اٹلی پر مرکوز تھی۔ یہ جزوی طور پر اطالوی شہروں میں شاندار دولت کی نمائش کے جواب میں تھا کہ یورپ کے دیگر مقامات پر بحری جہازوں اور بادشاہوں نے مشرق کی طرف اپنے راستے کی تلاش شروع کی۔

واسکوڈے گامانے افریقی ساحل کے ساتھ اور بحر ہند میں جاکر رابطہ قائم کیا۔اس کے بعد جلد ہی پرتگالی نژاد تاجروں کی آمد ہوئی، جنہوں نے پہلے سے قائم رابطوں کا مقابلہ کیااور اطالوی اجارہ داری کی کمر توڑنے میں مدد کی۔ مسالوں کی تجارت میں اضافی مسابقت یورپ میں مشرقی اشیا کے لیے وصول کی جانے والی حقیقی قیمتوں میں کمی سے نظر آتی ہے، جس سے یورپی صارفین کے لیے واضح فائدہ ہوتا ہے۔

24

پرتگالیوں کے برعکس، ہسپانویوں نے چین کے لیے پچھلے دروازے تلاش کرنے کی امید میں پوری دنیا میں مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے،ایک مختلف سمت میں جاکر مشرق کی طرف اپنا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ کرسٹوفر کولمبس کو بہت کم احساس ہوا کہ ایک اور براعظم- امریکہ - راستے میں کھڑا ہے۔تاہم، جب چین کا دروازہ (کم از کم اس سمت میں) بند تھا،ایک کھڑکی کھلی: چاندی کی کانوں کی دریافت۔

یورپی تاجروں کو ہمیشہ سے جو مسئلہ درپیش رہاوہ یہ تھا کہ جب کہ یورپیوں کو مشرقی اشیا کی بہت زیادہ بھوک تھی، مشرق یورپ سے زیادہ درآمد نہیں کرنا چاہتا تھا(آخر، یورپ نسبتاً کم ترقی یافتہ تھا)۔چاندی کی دریافت کے ساتھ، یہ سب کچھ بدل گیا، جس سے یورپیوں کو مشرق سے بڑھتی ہوئی اشیادرآمد کرنے کی صلاحیت ملی۔اس لیے یہ شاید حیرت کی بات نہیں کہ سولہویں صدی کے پہلے نصف میں تجارت میں اضافہ ہوا۔

درحقیقت، 2.4فیصد سالانہ کی شرح سے، عالمی تجارت کی ترقی بیسویں صدی میں اس سے زیادہ دور نہیں تھی (3.44فیصد)۔عالمی معیشت جس کے مرکز میں یورپ تھا، پیدا ہونے کے مراحل میں تھا۔اس مقام سے ہماری کہانی شروع ہوتی ہے۔

جنوب کا زوال اور سترہویں صدی کا بحران

ابتدائی جدید دور کے آغاز میں شروع ہوا،اور جیسا کہ صدیوں سے جاری تھا، جنوبی یورپ براعظم کا سب سے امیر حصہ تھا۔

جب کہ معاشی طاقت یقینی طور پر نئے عالمی رابطوں کی ترقی کے جواب میں اپنے روایتی اطالوی مرکز سے ہٹ رہی تھی، یہ تبدیلی بہت زیادہ جنوب میں ہو رہی تھی—— اٹلی سے آئبیریا تک۔تاہم، ایبیرین کی کامیابی زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہی۔ زیادہ تر منسلک نوآبادیاتی تجارت پر اجارہ داری ریگولیٹڈ تھی، 5اور گھر میں کمزور ترقی یافتہ مارکیٹیں (غیر موافق جغرافیہ اور ناقص اداروں کی وجہ سے رکاوٹ) اس حد تک محدود تھیں کہ بندرگاہی شہروں میں ہونے والے فوائد معیشت میں گہرائی تک پھیل سکتے تھے۔

کسی داخلی تحریک کے بغیر، آئبیریا کی معیشت جلد ہی جمود کا شکار ہو گئی، اور کوئی بھی نوزائیدہ صنعت جو موجود تھی، چاندی کی آمد کے باعث غیر مسابقتی بن گئی، جس نے قیمتوں کو اوپر کی طرف دھکیل دیا۔

کالونیوں کی دوڑ،

سپین اور پرتگال اپنی گرفت کو برقرار رکھنے کے لیے کافی مضبوط پوزیشن میں نہیں تھے۔ ان کی معیشتیں بالآخر تباہ ہو گئیں۔ غالباً ایک اہم ادارہ جس کے بارے میں زیادہ تر مورخین نے استدلال کیا ہے کہ وہ ہسپانوی معیشت کو روک رہا تھا وہ مطلق العنانیت تھی: بادشاہ کی ضرورت سے زیادہ طاقت۔ جس نے پورے براعظم میں زیادہ عمومی اقتصادی زوال کا آغاز کیا، جسے سترہویں صدی کے بحران کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ہر جگہ ریاستیں مضبوط ہوتی جا رہی تھیں۔

نظریہ میں، مضبوط ریاستیں مارکیٹ کی ترقی میں مدد کر سکتی ہیں۔ وہ، مثال کے طور پر، ایک مستحکم کرنسی کو یقینی بنا سکتے ہیں، اس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ امن و امان برقرار رہے، اور تجارت میں داخلی رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لیے کام کریں، جیسے کہ ٹول۔ تاہم، بعض ریاستوں نے ابتدا میں مطلق العنان سمت میں ترقی کی،8 اور اپنی طاقت کو اس طرح استعمال کیا جس سے منڈیوں کو نقصان پہنچا،9 جیسے کہ بڑھتے ہوئے مالی دباؤ کے ذریعے جو کہ بھاری ریاستی اخراجات سے آیا، جائیداد کے حقوق پر غیر یقینی صورتحال،10 کے دورانیہ کا ایک بگاڑ۔ انصاف (مثال کے طور پر فرانس اور اسپین میں)،11 اور مذہبی عدم رواداری۔

مالیاتی ڈومین میں، عدالتی سطح پر بڑھتے ہوئے واضح کھپت کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے فوجی اخراجات نے جب مطلق العنان فوجی مہمات شروع کیں، ملک کے مالیات پر بہت دباؤ ڈالا۔ اس دباؤ کا زیادہ تر حصہ ان لوگوں پر بھاری ٹیکس لگانے کی صورت میں برداشت کیا گیا جو کم سے کم سیاسی استحقاق اور طاقت کے حامل تھے- جو کہ چھوٹے درجے کے پیداواری اور محنت کش تھے۔ مالیاتی دباؤ نے جائیداد کے حقوق کے حوالے سے غیر یقینی صورتحال کو بھی بڑھا دیا اور نظام انصاف کو تباہ کر دیا۔ نجی املاک کو ضبط کر کے اور عدالتوں کو غیر منصفانہ طریقے سے دولت نکالنے کے لیے استعمال کر کے، مطلق العنان نے اپنے مالی مسائل کا ایک آسان قلیل مدتی حل تلاش کیا۔

تصویر 1اربنائزیشن کی شرحیں،1500–1850ماخذ: D. Acemoglu, S. Johnson, and J. A. Robinson, "The Rise of Europe: Atlantic Trade, Institutional Change, and Economic Growth" NBER ورکنگ پیپر 9378 (2002)

تاہم، طویل مدتی نتیجہ ایک ایساماحول تھا جس میں اقتصادی مراعات کو نقصان پہنچا۔ انگلستان میں، اس کا نتیجہ بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان تصادم کی صورت میں نکلا، جس کا نتیجہ سترہویں صدی کے وسط میں خانہ جنگیوں کی صورت میں نکلا۔ املاک کے حقوق کا غلط استعمال، قانون کی بے عزتی، اور افراد کو ان کے مذہب کی بنیاد پر ستانے سے، مطلق العنان ریاستوں کے عروج نے نہ صرف قومی سطح پر مارکیٹ کی ترقی کو روکا، بلکہ اس نے بین ریاستی تنازعات کو بھی جنم دیا جس کے نتیجے میں جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ نہ صرف مقامی بلکہ طویل فاصلے کی تجارت میں بھی خلل پڑا۔

مثال کے طور پر، جرمنی کو سترہویں صدی میں تیس سالہ جنگ کے نتیجے میں بری طرح نقصان اٹھانا پڑا، جس کی ابتدا مذہبی اور بین الریاستی تنازعات سے ہوئی تھی۔ پولینڈ کو بھی نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ آس پاس کی ریاستوں نے خطے میں توسیع کی کوشش کی، اس کے نتیجے میں ہونے والی جنگ کے تجارت پر سنگین اثرات مرتب ہوئے۔ نتیجہ وہی نکلا جسے مورخین نے سترہویں صدی کا بحران قرار دیا ہے۔ تاہم، جب زیادہ تر یورپ درد کو محسوس کر رہا تھا، دو معیشتیں اس رجحان کو روکنے میں کامیاب ہوئیں: نیدرلینڈز کے بعد انگلینڈ۔

26

خاکہ 2یورپ میں زرعی پیداواری صلاحیت،1400-1800ماخذ: آر سی ایلن، "یورپ میں اقتصادی ڈھانچہ اور زرعی پیداواری صلاحیت،1300-1800"، اقتصادی تاریخ کا یورپی جائزہ، 4 (2000)، صفحہ 1-25

ڈارک ہارسز: ڈچ اور انگریزی ابتدائی جدید دور

شمال مغربی یورپ کی کارکردگی کو تقابلی تناظر میں رکھا جائے تو قابل ذکر نظر آتا ہے۔ جب کہ بہت سی دوسری یورپی معیشتیں زوال کا شکار تھیں، نیدرلینڈز نے سترہویں صدی میں ایک شاندار سنہری دور سے گزرا، اور انگلینڈ نے بیک واٹر سے صنعتی انقلاب تک اپنے عروج کا آغاز کیا۔ تاریخ میں پہلی بار بحیرہ روم۔ اگرچہ ہمارے پاس معاشی نمو کے لیے قابل اعتماد ڈیٹا کی کمی ہے، ہمارے پاس شہری آبادی میں اضافہ، زرعی پیداوار، اور اجرت کے تخمینے ہیں، جو ہمیں ڈچ اور انگریزی معیشتوں کی کارکردگی کو باقی یورپ کے تناظر میں رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔

ابتدائی جدید دور کا آغاز (شکل 1)، نیدرلینڈز پہلے ہی یورپ میں سب سے زیادہ شہری کاری کی شرحوں میں سے ایک تھا۔ انگلینڈ کے پاس، تاہم، سب سے کم میں سے ایک تھا. لیکن، اگلے 300 سالوں میں، انگلینڈ کی شہری آبادی کسی بھی دوسری یورپی معیشت کے مقابلے میں تیزی سے تبدیل ہوئی۔

27

خاکہ 3 یورپ میں تعمیراتی مزدوروں کی فلاح و بہبود کا تناسب، 1500–1799 ماخذ: آر سی ایلن، "یورپی اجرتوں اور قیمتوں میں عظیم فرق"، اقتصادی تاریخ میں ایکسپلوریشنز، 38 (2001)، صفحہ 428

زرعی پیداوار کی طرف بڑھتے ہوئے (شکل 2)، ہم دیکھتے ہیں کہ بیلجیئم کو چھوڑ کر، یورپی معیشتوں کے درمیان ابتدائی جدید دور کے آغاز میں بہت کم فرق تھا۔ تاہم، اس کے بعد، نیدرلینڈز اور پھر انگلینڈ نے زرعی انقلابات کیے، جس سے اس مدت کے اختتام تک یورپ کے شمال مغرب اور باقی حصوں کے درمیان ایک بڑا خلا رہ گیا۔ ایلن کے "فلاحی تناسب" کا استعمال کرتے ہوئے یورپ میں غیر ہنر مند کارکنوں کی تعداد۔

یہاں، 1 سے اوپر کی قیمت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ "خاندانوں کی اپنی بنیادی ضروریات سے زیادہ اضافی آمدنی تھی" جب سال میں 250 دن کام کرتے ہیں۔ جیسے کھانا یا سال میں 250 دن سے زیادہ کام کرنا۔

چودھویں اور پندرہویں صدی کے دوران، بلیک ڈیتھ وباء کے بعد مزدوروں کی کمی کے جواب میں پورے یورپ میں حقیقی اجرتوں میں اضافہ ہوا تھا۔ تاہم، سولہویں صدی کے اوائل تک، حقیقی اجرت پورے یورپ میں نیچے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آبادی اپنی سیاہ موت وباء سے پہلے کی سطح پر آ رہی تھی، اور اسی طرح زمین پر مبنی اشیا (خوراک اور توانائی) کی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا تھا اور معیار زندگی کو نیچے لے جا رہا تھا۔ تاہم، غیر

معمولی طور پر، حقیقی اجرتیں یورپ کے شمال مغرب میں اپنی اعلیٰ سطح کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو گئیں، جس کو ایلن جدید دور کے ابتدائی دور کے اختتام تک یورپ کے اندر "ایک عظیم اختلاف" کہتا ہے۔

28

تو،اس عرصے میں شمال مغرب کی کامیابی کی کیا وضاحت کرتا ہے ؟روایتی طور پر، مورخین نے نمائندہ حکومت جیسے عوامل پر زور دیا ہے (بشمول ہالینڈ کا ہسپانیہ کو "بوٹ آؤٹ" کرنا،اور انگلینڈ کا 1688 کا شاندار انقلاب)۔ سرمایہ کاری اور اختراع کے لیے ترغیبات فراہم کریں۔

تاہم، حالیہ تحقیق نے یہ تجویز کیا ہے کہ مارکیٹیں اقتصادی ترقی کے لیے کافی نہیں تھیں: وہ بہت طویل عرصے سے موجود تھیں، اور دنیا کے بہت سے دوسرے حصوں میں، ابتدائی جدید دور میں یورپ کے عروج کی وضاحت کرنے کے لیے۔ لیکچر، کمرشلائزیشن قرون وسطیٰ کے زمانے کی ایک مرکزی خصوصیت تھی اور جیسا کہ دوسروں نے اشارہ کیا ہے، تجارتی طریقوں کی مشرق وسطیٰ، ہندوستان اور چین میں ایک طویل تاریخ تھی۔

درحقیقت، نہ صرف اشیا کی مارکیٹیں ابتدائی جدید دور سے پہلے ہی اچھی طرح ترقی کر رہی تھیں، اسی طرح مالیات کے لیے بھی: نجی شعبے کے قرضوں پر سود کی شرح بارہویں صدی میں تقریباً 30 فیصد سے کم ہو کر پندرہویں صدی تک 5-6 فیصد رہ گئی۔
.16 کچھ طریقوں سے، پالیسی ابتدائی جدید انگلینڈ میں مارکیٹ کے خلاف- کے حق میں نہیں- کام کر رہی تھی، جس سے یہ بحث کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ مارکیٹیں اس کے عروج کے لیے ذمہ دار تھیں۔ طرح مالیات کے لیے بھی: نجی شعبے کے قرضوں پر سود کی شرح بارہویں صدی میں تقریباً 30 فیصد سے کم ہو کر پندرہویں صدی تک 5-6 فیصد رہ گئی۔
.16 کچھ طریقوں سے، پالیسی ابتدائی جدید انگلینڈ میں مارکیٹ کے خلاف- کے حق میں نہیں- کام کر رہی تھی، جس سے یہ بحث کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ مارکیٹیں اس کے عروج کے لیے ذمہ دار تھیں۔

اگرچہ ہم برطانیہ کے بارے میں یہ سوچنا پسند کر سکتے ہیں کہ وہ ایک آزاد تجارتی ملک رہا ہے، انگریزی ریاست نے ٹیوڈر کے زمانے سے لے کر انیسویں صدی تک تجارتی پالیسی پر عمل کیا، جیسا کہ ہاجون چانگ نے دکھایا ہے۔ معاشی کامیابی کے بارے میں، معاشی مورخین حال ہی میں دوسرے عوامل کی تلاش میں نکلے ہیں جو شمال مغرب کے عروج اور اس کے ساتھ، یورپ کے عروج کی وضاحت کر سکتے ہیں۔

موکیر کے مطابق، یورپ کے عروج میں روشن خیالی کا مرکزی کردار ہے۔
18اس نے دنیا کو دیکھنے کا ایک نیا-زیادہ سائنسی طریقہ پیش کیا اور "کمرے میں ہاتھی" فراہم کیا جسے مورخین نظر انداز کر رہے ہیں۔ یورپ کے عروج کی ان کی وضاحت میں۔
19ذہنیت میں اس تبدیلی نے مسلسل ترقی کو ممکن بنایا۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ کیوں، ایک مثال لینا مفید ہو سکتا ہے۔ آیئے فرض کریں کہ مقامی گرجاگھر کی چھت گرنے والی تھی۔

روشن خیالی سے پہلے، اس پر اکثریت کا ردعمل شاید گزشتہ اتوار کے واعظ کے لیے پادری کو موردالزام ٹھہرانا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس تباہی کو آسمانی قوتوں کے نتیجہ سے تعبیر کیا ہوگا۔ روشن خیالی کے بعد، اکثریت کا جواب اس کے بجائے یہ ہو سکتا ہے کہ چھت کی تعمیر کے طریقہ پر سوال کیا جائے اور اسی طرح انجینئرنگ اور تعمیراتی تکنیک کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ جیسا کہ یہ اور اس طرح کی دوسری مثالیں بتاتی ہیں کہ جب لوگ دنیا کے بارے میں سائنسی نظریہ رکھتے ہیں تب ہی مادی ترقی (تکنیکی یا دوسری صورت میں) ممکن ہوتی ہے۔

اس کے بغیر، یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ ہم کس طرح اپنی غلطیوں سے سیکھ سکتے ہیں—یا اپنے ارد گرد کے واقعات سے—اس طرح سے جو مسلسل تکنیکی اور اس کے ساتھ، معاشی بہتری کو آسان بنائے۔ روشن خیالی نے نہ صرف ترقی کو ممکن بنایا بلکہ اسے مطلوبہ بھی بنایا۔ روشن خیالی سے پہلے، بہت سے لوگوں کے لیے زندگی کا مرکزی نظریہ یہ تھا کہ کسی کو معاشرے میں اپنے مقام کو قبول کرنا چاہیے اور ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جس سے آخرت کی زندگی گزرنے میں سہولت ہو (اس میں نماز، روزہ، یا دوسرے لفظوں میں، کچھ اور کرنا شامل ہو سکتا ہے۔ دولت حاصل کرنے کے لیے کام کرنا)۔

دانشور Mokyr کی زبان میں، مقصد "اچھا" ہونا تھا اور ضروری نہیں کہ "خوش" ہو۔ روشن خیالی کے بعد، لوگوں نے موجودہ زندگی میں اور زیادہ مادی معنوں میں بہتری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ مادی تکمیل اب زندگی کے دوسرے مقاصد کے خلاف نہیں دیکھی جاتی تھی۔ درحقیقت، اپنے بچوں اور پوتے پوتیوں کے لیے بہتر زندگی گزارنے کی کوشش کرنا قابل فخر تھا۔

20 - ترقی پسند مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش میں، روشن خیال افراد نے مل کر کام کرنا شروع کیا۔اس سے بڑھ کر کوئی بھی چیز اس بات کی نشاندہی نہیں کرتی ہے کہ یورپ بھر میں بننے والے معاشروں کی بڑھتی ہوئی تعداد، بشمول جغرافیائی، موسمیاتی، طبّی، سائنسی، اور زرعی معاشرے۔ سائنس دانوں نے آپس میں علم کا اشتراک کیا اور اشاعت اور عوامی لیکچرز کے ذریعے اسے عام لوگوں تک پہنچانا بھی شروع کیا۔

اس "عوامی علم" کے ساتھ، نقطوں کو جوڑا جا سکتا ہے، غیر ضروری تکرار سے گریز کیا جا سکتا ہے، اور مختلف نظریات کے درمیان روابط قائم کیے جا سکتے ہیں، ان سب نے معیشت کے علم کی بنیاد کو بڑھایا ہے۔ وہ لوگ جو (سائنسی) خیالات رکھتے ہیں، دستکاری کی مہارت کے حامل افراد کو ایک خیال لینے اور ایک مشین بنانے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس سے فائدہ اٹھا سکے، اور منافع کے لیے گہری نظر رکھنے والے کاروباری افراد (جو مشین کے استعمال کی قدر کو دیکھ سکتے ہیں)۔

فرقہ وارانہ کوششوں کے ذریعے لوگوں کے تینوں گروہوں کے اکٹھے ہونے کے بغیر، ترقی — خواہ یہ کی جا رہی ہو — "ivory towers" کی حدود میں ہی رہتی ہے اور اس لیے اس کے پاس کبھی بھی ایسے ذرائع نہیں ہوتے جن کے ذریعے معیشت پر اثر پڑے۔ بہت سے طریقوں سے، روشن خیالی نے مارکیٹ کے نظام کے بالکل برعکس سائنس میں لایا: ایک زیادہ تعاون پر مبنی اور اجتماعی سائنسی تحقیقی روح، جس میں خیالات کو کھلے عام اور آزادانہ طور پر تقسیم کیا گیا، اور سائنس دانوں نے مالی انعام کے لیے نہیں بلکہ پہچان کے لیے کام کیا۔ معاشرے کی مشترکہ بھلائی کے لیے علم کی سرحد۔

اس فرقہ وارانہ اور تحفے پر مبنی نظام کے ظہور سے کئی اہم فوائد حاصل ہوئے۔ اس نے نہ صرف خیالات کو پھیلانے اور دماغوں کو کامیابی کے ساتھ اس طریقے سے اکٹھا کرنے کی اجازت دی جس سے نتائج آنے کا زیادہ امکان تھا، بلکہ اس نے ایسے راستے بھی تلاش کیے جو کہ مارکیٹ کے فیصلے میں- شروع میں غیر منافع بخش معلوم ہوتے تھے لیکن جس کی وجہ سے غیر متوقع پیش رفت ہوئی۔ جو بعد میں بڑا ا جر لایا۔ روشن خیالی نے تکنیکی تبدیلی کے لیے سپلائی سائیڈ حالات پیدا کیے، جس سے معیشت کو سائنسی صلاحیت ملی۔

تاہم، رابرٹ سی ایلن کے مطابق، یہ بذات خود کافی نہیں تھا۔ اگر سائنسی تحقیق کا زمینی سطح پر معیشت پر اثر ڈالنا ہے تو کاروبار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے پیداواری عمل میں ٹیکنالوجی کے استعمال کی ترغیب دیں۔ خاص طور پر، فرموں کو لیبر کی لاگت کو بچانے کے لیے ایک ترغیب کی ضرورت ہوتی ہے- تاکہ لیبر کو مشینوں سے تبدیل کیا جا سکے۔ اگر اجرت کم ہے تو، سائنسی پیش رفت کو اس طریقے سے استعمال کرنے کے لیے بہت کم ترغیب دی جا سکتی ہے جس سے پیداوار کو میکانائز کیا جائے: اس طرح کی پیشرفت صرف "ivory towers" کے اندر ہی محدود رہے گی،

زمینی سطح پر بہت کم اثر کے ساتھ جہاں فر میں دراصل پیداوار کر رہی ہیں۔ ایلن کے مطابق، یورپ کے شمال مغرب کے بارے میں جو خاص بات تھی وہ یہ تھی کہ اجرتیں زیادہ تھیں، جس نے مزدوروں کو بچانے والی مشینری کی ترقی کو تحریک دی اور فرموں کو اس طرح کی مشینری میں سرمایہ کاری کرنے کی ترغیب فراہم کی تاکہ لاگت کو کم کیا جاسکے۔ برطانیہ کو ایک اور فائدہ بھی حاصل ہوا جس نے اسی سمت دھکیل دیا: سستا کوئلہ۔

22- یہ سمجھنے کے لیے کہ یہ زیادہ اجرت کہاں سے آئی، ہمیں وقت کے ساتھ ساتھ چودھویں صدی کی طرف پلٹنا ہو گا۔

زیادہ اجرت کی ابتداء: پہلی حقوق نسواں کی لہر

سال 1348 میں یورپ بھر کی آبادی نے ایک شاندار تباہی دیکھی: بلیک ڈیتھ وباء آچکی تھی، جس کے نتیجے میں ایک چوتھائی سے ایک تہائی آبادی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ جیسا کہ **Tine De Moor** اور **Jan Luiten van Zanden** نے استدلال کیا، جب کہ طاعون نے اس وقت رہنے والوں میں سے بہت سے لوگوں پر تباہ کن اثرات مرتب کیے، اس نے شمال مغربی یورپ کو ایک اعلیٰ نمو کے رجحان پر رکھنے میں بھی مدد کی جس کا نتیجہ آنے والی صدیوں میں ظاہر ہو گا۔

بلیک ڈیتھ نے کارکنوں کی کمی پیدا کر دی، جس کے جواب میں اجرت میں اضافہ ہوا — اگر آپ طاعون سے بچ گئے تو آپ امارت میں تھے! زیادہ اجرت کا مطلب یہ تھا کہ جہاں ملازمت کے مواقع دستیاب تھے (چاہے کھیتی باڑی میں ہوں، گھریلو خدمت میں ہوں یا ابتدائی مینوفیکچرنگ میں)، نوجوان لوگ اب زندہ رہنے کے لیے کافی کما سکتے ہیں۔

30

اپنے والدین سے آزادانہ طور پر۔ اس کا خاص طور پر نوجوان خواتین پر بڑا اثر ہوا: شاید تاریخ میں پہلی بار، اور صدیوں تک مالی بوجھ کے طور پر دیکھے جانے کے بعد (ممکنہ طور پر کم عمری میں "شادی شدہ" ہونا)، نوعمر لڑکیوں میں اب یہ صلاحیت تھی کہ اپنی مالی مدد کرنے کے لیے کافی کمائیں۔ اس معاشی آزادی نے خواتین کی زندگیوں اور اس کے ساتھ خاندانوں کی ساخت کو ڈرامائی طور پر بدل دیا۔ اپنی نئی معاشی آزادی کے ساتھ، خواتین اب انتخاب کر سکتی ہیں- والدین کی مداخلت سے آزاد- چاہے، کس سے، اور کب شادی کریں۔

وہ افرادی قوت میں داخل ہوئے اور شادی کرنے کا انتظار میں رہ سکتیں جب تک کہ انہیں اپنی پسند کا کوئی نہ ملے: روایتی نظام سے بہت مختلف جس میں وہ "شادی شدہ" تھیں اور ان سے دولہا کے خاندانی گھر میں منتقل ہونے کی توقع کی جاتی تھی، اس کے بڑھتے ہوئے خاندان کی دیکھ بھال کرتے ہوئے ساس کی نظروں میں خواتین اس وقت تک انتظار کرتی رہیں جب تک کہ انہیں "صحیح آدمی" نہ مل جائے، اور ایک بار جب انہوں نے ایسا کر لیا تو، انہوں نے اپنے ساتھی کے ساتھ اس وقت تک بچت کی جب تک کہ وہ "گھر قائم کرنے" کے متحمل نہ ہو سکیں- ان کی نئی آزادی کا مطلب ہے کہ ان کا اپنے ساتھ رہنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ یا ان کے شوہر کے والدین۔

چونکہ خواتین کی شادی ادھیڑ عمری میں ہو رہی تھی، اس لیے ان کا رجحان پہلے سے زیادہ چھوٹے خاندانوں کا تھا۔ کھانے کے لیے کم نئے افراد کا مطلب معیشت میں خوراک پر کم دباؤ تھا، جس نے بلیک ڈیتھ وباء کے بعد آنے والی زیادہ اجرت کو برقرار رکھنے میں مدد کی۔ مزید برآں، چھوٹے خاندانوں اور زیادہ اجرت کے ساتھ، والدین اب بہتر طور پر اپنے بچوں کو تعلیم دینے کے متحمل ہو سکتے ہیں (اپرنٹس شپ کی صورت میں)، معیشت کی مہارت کی بنیاد کو بڑھاتے ہیں۔

چونکہ لوگ بڑھاپے میں اپنے بچوں کی دیکھ بھال پر مزید بھروسہ نہیں کر سکتے تھے (خود کی طرح، وہ ایک آزاد زندگی گزارنے کے لیے رہنا پسند کریں گے)، ریٹائرمنٹ کے لیے بچت کرنا بھی ضروری تھا، جس نے ممکنہ سرمایہ کاری کا ایک بڑا موقع فراہم کیا۔ معیشت کے لئے فنڈز. تاریخ میں پہلی بار شمال مغرب کو جنوبی یورپ سے آگے بڑھانے کے لیے اور اس کے ساتھ، یورپ کو مشرق سے زیادہ ترقی دینے کے لیے درکار حالات پیدا کرنے کے لیے یہ تمام چیزیں شامل ہوئیں۔

بلاشبہ، خواتین کی طاقت میں تبدیلیاں مزاحمت کے بغیر نہیں ہوئیں۔ بلیک ڈیتھ وباء کے بعد کی صدی یا اس کے بعد، مردوں نے خواتین کی آزادی کو محدود کرنے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا، جیسے کہ قرض لینے اور خرچ کرنے کے حقوق کو محدود کر کے۔ تاہم، خواتین کو آگے بڑھانے والی قوتوں کا ہمیشہ کے لیے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا، اور سولہویں صدی تک یہ واضح ہو گیا تھا کہ یہ ابتدائی حقوق نسواں جنگ جیت چکے ہیں۔

درحقیقت، یہ بات قابل ذکر ہے کہ برطانیہ میں 1500، 1600 اور 1700 کی دہائی میں خواتین کی زندگی میں کافی دیر سے شادی ہو رہی تھی: جدید معیشتوں میں اس کی قابل ذکر عمر — 25 سال کی عمر میں۔

نتیجہ

ابتدائی جدید دور یورپی تاریخ کا ایک ابتدائی دور تھا۔ اگر ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ صدیوں کے مشرقی تسلط کے بعد مغرب اپنی موجودہ پوزیشن پر کیسے پہنچا تو ہمیں صنعتی انقلاب تک چلنے والی صدیوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

روایتی طور پر، معاشی مورخین نے دلیل دی ہے کہ اس دور میں جو چیز خاص تھی وہ منڈیوں کی ترقی تھی: سیاسی انقلابات کے نتیجے میں مارکیٹ کے لیے بڑھتے ہوئے کردار نے سرمایہ کاری اور ایجاد کی حوصلہ افزائی کی، جس کا اختتام صنعتی انقلاب پر ہوا۔ تاہم، حالیہ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بازاروں کی طویل تاریخی جڑیں تھیں اور وہ یورپ سے باہر موجود تھیں۔

اگر مارکیٹیں ترقی کے لیے کافی ہوتیں، تو شاید یہ نمو جلد اور یورپ سے باہر کی جگہوں پر قائم ہو جاتی۔ اس کے بجائے جو چیز تاریخ کے اس دور کے بارے میں نمایاں ہے وہ جدید سائنس کی پیدائش ہے، جس نے شمال مغربی یورپ میں ہونے والی پہلی حقوق نسواں کی لہر کے ساتھ مل کر، مشرق کو گرہن لگانے کے لیے یورپ کے لیے طلب اور رسد کی دونوں صورتیں پیدا کیں۔ جیسے جیسے یورپ نے صنعتی ترقی شروع کی، مشرق صنعتی طور پر ختم ہو گیا۔ باقی، جیسا کہ وہ کہتے ہیں، تاریخ ہے۔

31

نوٹس اور حوالہ جات

1. "مغرب بہترین ہے" کے افسانے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس پر تنقید کی گئی ہے، دوسروں کے درمیان، فارا، سائنس: اے فورتھاؤزنڈ ایئر ہسٹری (2010)۔

2. Ibid.

3. K.H. O'Rourke اور **J. G. Williamson** (2009)، "کیا واسکوڈے گاما یورپی منڈیوں کے لیے اہمیت رکھتا ہے؟ ٹیسٹنگ فریڈرک لین کی مفروضہ پچاس سال پر''، اقتصادی تاریخ کا جائزہ، 62 (3)، صفحہ 655–84۔

4. K.H. O'Rourke اور **J. G. Williamson**، "کولمبس کے بعد: عالمی تجارت میں تیزی کی وضاحت، 1500–1800"، **NBER** ورکنگ پیپر 8186 (2001)، صفحہ 3، 32–3 (ٹیبل 1)۔

5۔ایک مفید حوالہD. Acemoglu،S. Johnson، اورJ. A. Robinsonہے، "The Rise of Europe: Atlantic Trade, Institutional Change, and Economic Growth", American Economic Review, 95 (2005), صفحہ546–79۔

6. M. Drelichman (2005) ، "The Curse of Moctezuma: American Silver and the Dutch Disease، 1501–1650"، Explorations in Economic History، 42 (3)، صفحہ349–80۔

7. ایپسٹین کے نظریہ کے مطابق (جس کا اظہار آزادی اور ترقی میں کیا گیا ہے)، دوسروں کا کہنا ہے کہ سیاسی تقسیم معاشی مشکلات کے بجائے ذمہ دار تھی۔

دیکھیں، مثال کے طور پر، جے ووتھ، "قرض، طے شدہ اور سلطنت: ابتدائی جدید دور میں انگلینڈ اور اسپین میں ریاستی صلاحیت اور اقتصادی ترقی"، ٹاونی لیکچر، اکنامک ہسٹری سوسائٹی کی سالانہ کانفرنس (یونیورسٹی آف کیمبرج، 2011)؛ R. Grafe، Distant Tyranny: Markets, Power, and Backwardness in Spain, 1650–1800 (Princeton, 2012)۔

8. مطلق العنان ریاستوں کی ترقی پر بحث T. Ertman، Leviathan کی پیدائش (کیمبرج یونیورسٹی پریس، 1997) میں کی گئی ہے۔

ارٹمین نے اس بات پر تبادلہ خیال کیا کہ کس طرح ایک مضبوط بادشاہ یا رہنما کا مطالبہ بیرونی خطرات اور اندرونی مذہبی کشمکش کے شکار علاقوں میں موجود تھا، اور جہاں نچلے درجے کے ادارے ذاتی مفادات کی وجہ سے مفلوج ہو رہے تھے۔

9. R. C. van Caenegem ، مغربی آئینی قانون کا ایک تاریخی تعارف (کیمبرج یونیورسٹی پریس، 1995)؛ J. L. وان زینڈن، E. Buringh، اور M. Bosker، "یورپی پارلیمانوں کا عروج اور زوال، 1188-1789"، اقتصادی تاریخ کا جائزہ۔

32

پیسہ کمانا، سلطنتیں بنانا:

دی کیس آف دی ایسٹ انڈیا کمپنی از ہیو بوون32

سرمایہ داری کی تاریخ پر ایک طویل نظر ڈالیں تو یہ بات عیاں نظر آتی ہے کہ سترہویں صدی کی ابتدائی دہائیوں کے دوران انگلینڈ میں ہونے والی تین باہم جڑی ہوئی پیشرفتوں نے یورپی طاقت اور وسائل کی بہت زیادہ سطحوں کے تخمینے میں سہولت فراہم کرتے ہوئے ابھرتی ہوئی عالمی معیشت پر گہرا اثر ڈالا۔ وسیع دنیا میں.

سب سے پہلے، ان دہائیوں نے بہت جارحانہ شجر کاری آبادکاری کی شکل میں یورپی توسیع کی تیز رفتاری، اور خاص طور پر شمالی امریکہ میں کالونیوں کے قیام کے ساتھ ساتھ بحر ہند کے طاس میں بہت زیادہ منظم تجارتی سرگرمیوں کا ظہور دیکھا۔ یورپی تاجروں کے لیے بحر ہند کے طاس کھلنے سے پہلے کی صدی میں انڈیز کے ساتھ تجارت کرنے کی غیر معمولی یورپی کوششیں ہوئیں، لیکن جو کچھ 1600 کے بعد ہوا وہ اس سے کہیں زیادہ ٹھوس اور منظم کوشش تھی کہ سمندری راستے سے تجارتی تعامل کو باقاعدہ طور پر کھولا جائے۔

یورپ اور ایشیا۔

دوسرا، ہمیں جارحانہ استعماریت اور جارحانہ کمرشلزم کے اس عمل کو آسان بنانے کے لیے مشترکہ اسٹاک کمپنیوں کا ظہور پایا جاتا ہے، کیونکہ اب، واحد سفری سرمایہ کاری کے بجائے جب افراد جہاز کی خریداری اور فنڈنگ میں اپنا سرمایہ ڈالیں گے۔ انڈونیشیا اور اس کے پار، یا شمالی امریکہ اور اس کے پار، اب تنظیم کی ایک مختلف شکل ابھر رہی تھی جس نے کئی سالوں میں طویل فاصلے کی تجارت کو ممکن بنانے کے لیے سرمائے کے جمع کرنے پر توجہ مرکوز کی تھی۔

ایسٹ انڈیز اور واپس جانے والے سفر کے دورانیے میں تین سال یا اس سے زیادہ وقت لگ سکتا ہے۔ باہر کا سفر، اشیاء کی تلاش، واپسی، فروخت وغیرہ کا مطلب یہ تھا کہ سرمائے کو طویل مدت کے لیے کسی منصوبے میں صرف کر دیا گیا تھا، اور ایسا کرنے کے لیے وسائل کو جمع کرنا ضروری تھا۔ اور اس قسم کی سرمایہ کاری اس انتہائی مہنگے انفراسٹرکچر کے لیے بھی ضروری تھی جو اس طرح کی تجارت کو سہارا دینے کے لیے ضروری تھا: بحری جہازوں کی تعمیر، ڈاک یارڈز کی تعمیر، اور یقیناً ایشیا میں فیکٹریوں، بستیوں کی تعمیر جہاں تجارت ہوتی تھی۔

مختصر یہ کہ یورپیوں کو مشرق میں تجارت کرنے کے قابل بنانے کے لیے، بہت زیادہ ابتدائی سرمایہ کاری کی ضرورت تھی۔ اس عمل کے اثرات میں سے ایک، پہلی بار سرمائے کی ملکیت اور انتظام کے درمیان علیحدگی تھی۔ افراد نے اپنی بچت، اپنا سرمایہ، اپنی طرف سے انتظام کرنے کے لیے دوسرے لوگوں کے سپرد کیا، اور یہ واقعی کاروباری اداروں کی شکلوں کے ظہور کی نمائندگی کرتا ہے جن سے ہم آج واقف ہیں۔

ان جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں نے تجارت اور پیسے کے انتظام کے لیے خصوصی بیورو کریٹک ڈھانچہ تیار کیا، جس نے بیرون ملک تجارت کو سنگل مرچنٹ یا شراکت داری سے آگے بڑھایا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ تجارتی سرگرمیاں اب پہلے سے کہیں زیادہ بڑے پیمانے پر چلائی جائیں۔ اسی وقت، سرمایہ کے وسائل کو جمع کرنے کا یہ عمل قابل منتقلی حصص کے ظہور کا باعث بھی بنتا ہے جس کی تجارت اسٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کار اپنی بچت کے لیے منافع بخش استعمال کے خواہاں ہوتے ہیں۔

33

تیسرا، ان دونوں کو آپس میں جوڑتے ہوئے، سترھویں صدی کے اوائل میں بادشاہوں یا دیگر خود مختار طاقتوں کی اجارہ داریوں کی شکل میں خصوصی تجارتی مراعات کی تخلیق دیکھی گئی۔ ادائیگی کے بدلے میں، کمپنیاں یا تاجروں کے گروپ تجارتی حقوق خرید سکتے ہیں جو انہیں بیرون ملک سرگرمیوں کے ایک خاص شعبے میں تاج برطانیہ کی نمائندگی کرنے کے قابل بنائے گی۔

اس نے جو کچھ کیا وہ قومی بیرون ملک سرگرمیوں کو پرائیویٹائز کرنا تھا، کیونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی جیسی کمپنیاں اب ڈی فیکٹو نیشنل اتھارٹی کے ساتھ کام کر سکتی ہیں، جس نے انہیں اپنی حفاظت، تجارت کی حمایت میں مسلح قوت استعمال کرنے اور معاہدوں پر بات چیت کرنے کے قابل بنایا۔ اختیارات کا ایک مضبوط پورٹ فولیو اجارہ داری کمپنیوں کو دیئے گئے چارٹرڈ حقوق کے ساتھ جڑا ہوا تھا، اور اس نے طویل فاصلے پر بیرون ملک تجارت کی ترقی کو شکل دی۔

چنانچہ، سترھویں صدی کے آغاز میں بیک وقت تین اہم پیشرفت ہوئی، اور اسی پس منظر میں انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کا ظہور ہوا، جسے 1600 کے آخری دن الزبتھ اول نے ایک چارٹر دیا جب اسے مکمل حق دیا گیا۔ کیپ آف گڈ ہوپ کے مشرق میں انگریزی تجارت کرنے کے لیے۔ بحر ہند کے تمام وسیع رقبے کے ساتھ انگریزوں کی تجارت اب سرمایہ کاروں کی اس کمپنی کے ہاتھ میں تھی جس میں بڑے بڑے

34

اور شہر لندن اور انگلینڈ کے جنوب مشرق کی اشرافیہ کی بھلائی۔ بلاشبہ، اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کسی بھی طرح سے ایسی پہلی کمپنی نہیں تھی۔ نہ ہی یہ اپنی پہلی چند دہائیوں میں واضح طور پر کامیاب رہی تھی۔ در حقیقت، اٹھارویں صدی کے اوائل تک اس کی کامیابی

بہت مشکل تھی۔ لیکن 1815ء تک — 200 سال آگے بڑھتے ہوئے — یہ اب تک دنیا کی سب سے طاقتور تجارتی تنظیم تھی، اور اس کی نجی مسلح افواج نے برصغیر پاک وہند کے بیشتر حصے کو فتح کر لیا تھا۔

طویل عرصے کے دوران، کمپنی کی تاریخ نے تجارتی طاقت کے ابھرنے، تبدیلی اور پھر استحکام کا مشاہدہ کیا جسے بالآخر طاقتور مسلح قوت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسی وقت یہ ہو رہا تھا، کمپنی خود کو انگلش / برطانوی ریاست اور لندن شہر کے بالکل مرکز میں سرایت کر رہی تھی، جہاں — ایک ساتھ مل کر بہت کم عمر اور بہت کم پھلا پھولا ہوا بینک آف انگلینڈ — اس نے رقم کا حصہ بنایا۔ دلچسپی جس کا پالیسی سازی اور فیصلہ سازی پر اثر و رسوخ ہر طرف تھا۔

آج، ایسٹ انڈیا ہاؤس، لیڈین ہال سٹریٹ میں کمپنی کے ہیڈ کوارٹر میں کچھ بھی نہیں بچا۔ سائٹ پر اب تعمیر کی گئی سرمایہ داری کی ایک مختلف یادگار ہے: نئی لائیڈ کی عمارت۔ یہ سائٹ بینک آف انگلینڈ سے شاید 400 گز کے فاصلے پر، رائل ایکسچینج سے چند سو گز کے فاصلے پر ہے۔ انیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں گزرنے والے کو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ یہ کسی خاص چیز کے دل کی دھڑکن تھی — برطانیہ کی ایشیائی تجارتی سلطنت — اور یہ عمارت بذات خود مشرق کے ساتھ تبادلے کو تعمیراتی اظہار فراہم کرتی ہے۔

اس میں چارلس لیمب، تھامس لوپیکاک، اور جان سٹورٹ مل جیسے آدمی رکھے گئے تھے، جو کچھ کلرک یا "مصنف" تھے جنہوں نے ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی ترقی کو شکل دینے والے ڈسپیچ اور مقالے لکھے۔ اس کے چہرے پر، وہ کمپنی جو 1817ء تک پروان چڑھی تھی، اب بھی بنیادی طور پر تجارت سے متعلق تھی۔ نکولس پوکاک کی چائنا بحری بیڑے کی ایک مشہور پینٹنگ یہ ظاہر کرتی ہے کہ جب ہم عصر لوگ کمپنی کے بارے میں سوچتے تھے، تو وہ اکثر سمندری مشرقی ہندوستانی تجارت کی تصاویر لیتے تھے: اس میں مشہور 1,200 ٹن ایسٹ انڈیا مین دکھائے گئے ہیں جو کینٹن سے چائے، چینی مٹی کے برتن اور عیش و آرام کی اشیاء لے جاتے تھے۔ لندن کو۔

بہت سے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک تجارتی کمپنی کے طور پر تصویر سے دکھائی دیتے تھے، اور در حقیقت 1805ء میں سیاسی ماہر معاشیات ڈیوڈ میکفرسن نے اسے "تاریخ کی سب سے بڑی تجارتی تنظیم" کے طور پر بیان کیا۔ لیکن بلاشبہ، متوازی طور پر، اٹھارویں صدی کے وسط سے دیگر پیشرفت رونما ہو رہی تھی اور کمپنی کے مرکز میں موجود سامراجی جین سرگرمی اور طرز عمل کے نئے نمونوں کی وضاحت کر رہا تھا۔

فرانسس ہیمن کی 1760ء کی ایک پینٹنگ میں دکھایا گیا ہے کہ کلائیو آف انڈیا نے 1757ء میں پلاسی کی جنگ کے بعد ہندوستان کے سب سے امیر صوبے بنگال کا کنٹرول سنبھال لیا۔ بنگال کا نیا نواب یا گورنر، میر جعفر، انگریزوں کی نئی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے دعا میں جھک رہا

ہے۔ در حقیقت پلاسی واقعی کوئی زیادہ جنگ نہیں تھی، اور اسے "کاروباری لین دین" کے طور پر مناسب طور پر بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس میں ہونے والی گفت و شنید اور دوہرے معاملات کی وجہ سے۔

در حقیقت، کلائیو نے خود ذاتی طور پر £234,000 کا فائدہ اٹھایا جو اسے نئے نواب اور اس کے ساتھیوں سے "تحائف" کی شکل میں ملے۔ نتیجتاً، کلائیو کو قدیم ترین "نابوبس" میں سے ایک کے طور پر دیکھا جانے لگا جو برطانوی معاشرے میں کمپنی کی خدمت کے دوران ناجائز منافع کے حصول کی وجہ سے بہت ذلیل ہوتے تھے۔

پلاسی کے "انقلاب" نے دو اہم پیش رفتوں پر روشنی ڈالی: ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی ادارے سے ایک سامراجی ایجنسی میں تبدیلی کا آغاز۔ اور دوسرا، اس فرد کا کردار جس نے ہندوستان میں بہت جلد پیسہ کمانے کا امکان دیکھا۔ لیکن کمپنی کو حقیقی کامیابی 1765ء میں معاہدہ الہ آباد پر دستخط کے وقت حاصل ہوئی، جب کلائیو نے مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی سے اینگلو انڈین تاریخ کی سب سے اہم دستاویز دیوانی حاصل کی۔

35

اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال کے علاقائی محصولات کو جمع کرنے کا حق دیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ تمام زمین کے کرایے، کسٹم ڈیوٹی، اور اسٹامپ ڈیوٹی خود مختار اقتدار سے ایک نجی تجارتی کمپنی کو منتقل کر دی گئی، جس کی سالانہ رقم تقریباً 2 ملین پاؤنڈ تھی۔ نہ صرف اس کا مطلب یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اب ہندوستان میں بہت زیادہ مالی وسائل کی حکمرانی کی ہے، بلکہ اس نے وسیع علاقوں اور لاکھوں ہندوستانیوں پر حقیقی خود مختار طاقت کا استعمال کیا۔

اس صورت حال نے برطانیہ میں ایک بہت ہی مفصل، طویل اور حتمی طور پر غیر نتیجہ خیز قانونی دلیل کو جنم دیا کہ آیا کوئی نجی کمپنی واقعتاً اپنی طرف سے خود مختاری لے سکتی ہے یا یہ صرف تاج برطانیہ کی جانب سے کام کر سکتی ہے۔ زیادہ تر اس بات پر منحصر ہے کہ آیا شاہ عالم نے کلائیو کو دیوانی، خوشی سے بطور تحفہ دیا تھا یا یہ جنگ کے نتیجے میں ان سے زبردستی لی گئی تھی۔

در حقیقت 1813ء تک ہندوستان پر برطانوی حاکمیت کا باضابطہ طور پر اعلان نہیں کیا گیا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی ایک وسیع مدت تک برطانیہ کے نام پر ہندوستان کے زیادہ تر حصے پر حکومت کر رہی تھی اور ایک خود مختار طاقت کے طور پر کام کر رہی تھی۔ واضح طور پر،

پھر، ایک سطح پر سرکاری توسیع کا عمل تھا۔ ایک کمپنی جسے ریاست نے بااختیار بنایا تھا وہ غیر ملکی علاقوں پر براہ راست اور جارحانہ کنٹرول استعمال کرنے کے قابل تھی۔

لیکن یہ بھی ہو رہا تھا کہ لوگ پیسہ کمانے کے موقع سے فائدہ اٹھا رہے تھے، جس نے کارپوریٹ اور پرائیویٹ انٹرپرائز کے ایک مضبوط امتزاج کو جنم دیا جس نے ایک ایسی صورت حال پیدا کی جس سے ہندوستانی ریاستوں پر برطانوی طاقت کا پروجیکشن ممکن ہوا۔ اس کا ایک ضمنی نتیجہ یہ ہے کہ آپ برطانیہ میں جہاں بھی دیکھیں گے آپ کو افراد کے ذریعہ پیسہ کمانے کے تاثرات ملیں گے جو 1750ء کے بعد کمپنی کے علاقائی توسیع کے دوران ہوئے تھے۔

اسٹیٹس، کنٹری ہاؤسز، انٹرپرائزز، اور اداروں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے جو واپس آنے والے کمپنی کے ملازمین یا "**nabobs**" سے ایسٹ انڈین سرمایہ کاری کے ذریعے فنڈ کیے گئے تھے۔ ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں، کم از کم ویلز میں، جو کہ اٹھارویں صدی میں ایک صوبائی بیک واٹر سمجھا جاتا تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی کی دنیا سے بہت دور تھا۔ درحقیقت ویلز میں "ایسٹ انڈین" کی سرمایہ کاری کی انوینٹری بہت قابل غور ہے، اور **Presteigne** سے **Tenby** تک کا ایک حصہ ملک کے مکانات پر مشتمل ہے جو کبھی "**nabobs**" کے پاس تھا۔

Individuals in the make in the make surely enjoying the chances of money for East India Company service in India, لیکن کمپنی اور برطانیہ کے درمیان تعلقات اس سے کہیں زیادہ گہرے ہو گئے۔ سب سے پہلے، ایسٹ انڈیا کمپنی، پہلے بیان کردہ رقمی مفاد کے حصے کے طور پر، اٹھارویں صدی میں برطانوی ریاست کو مضبوط کرنے کے لیے بہت طویل سفر طے کر چکی تھی۔ تنقیدی طور پر، ایک ایسے وقت میں جب برطانیہ "دوسری سو سال کی جنگ" میں الجھا ہوا تھا- فرانس کے خلاف بالادستی کی عالمی جدوجہد- ایسٹ انڈیا کمپنی برطانوی ریاست کے لیے ایک غیر معمولی طور پر اہم اتحادی ثابت ہوئی؛ اس نے اسے مستقل بنیادوں پر بہت بڑی رقم کا قرض دیا، اور اس کے فوجیوں اور بحری جہازوں نے ایک طرح کے اضافی حکمت عملی کے ذخیرے کے طور پر کام کیا جسے ضرورت پڑنے پر فرانسیسیوں کے خلاف متعین جا سکتا تھا۔

چنانچہ، مثال کے طور پر، 1796ء میں، جب انگریز ویسٹ انڈیز میں جدوجہد کر رہے تھے، یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہاز تھے جو ہزاروں برطانوی فوجیوں کو کیریبین جنگ کے سیکٹر میں لے جانے کے لیے بطور ٹرانسپورٹ استعمال کیے جاتے تھے۔ مختصراً، ایسٹ انڈیا کمپنی کو واقعی ملٹری کمپلیکس میں ایک بہت ہی سینئر پارٹنر کے طور پر دیکھا جانا چاہیے جو اٹھارویں صدی میں برطانیہ کا مددگار بنا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی ترقی کے ایک نازک لمحے میں برطانوی معیشت کو بھی مضبوط کیا۔

اس بارے میں گرما گرم تنازعہ ہوا ہے کہ آیا، ایک ہی وقت میں، اس کی وجہ سے ایشیا کی صنعت کاری ختم ہو گئی۔ بعض حلقوں میں ایک بار یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پلاسی میں لوٹی گئی دولت نے کسی نہ کسی طرح برطانوی صنعتی انقلاب کو جنم دیا، اور 1920ء اور 1930ء کی دہائیوں کی نصابی کتابیں معمول کے مطابق پلاسی "پلنڈر" کے نام سے مشہور تھیں۔ یہ وہ لوٹ مار ہے جو برطانیہ کو واپس کی گئی تھی اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے بہت اہم معاشی سرگرمیوں کو تحریک دی جس کی وجہ سے صنعتی ترقی ہوئی۔

یہ تصور اب ناامیدی سے بے کار سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس بات کے بہت کم ثبوت ہیں کہ ہندوستان میں پیدا ہونے والی دولت نے کبھی برطانوی صنعتوں کی ابتدائی ترقی میں حصہ ڈالا ہے۔ لیکن مشرقی ہندوستان سے واپس برطانیہ میں کون سی دولت آ رہی ہے۔

36

کمپنی اور افراد کی طرف سے یہ کیا گیا کہ وہ بہت زیادہ عمومی اقتصادی سرگرمیوں کو متحرک کرے۔ اشیائے صرف پر پیسہ خرچ کیا گیا، مثلاً چائے، ٹیکسٹائل، عیش و عشرت کی اشیاء— جس نے برطانویوں کے استعمال میں نمایاں اضافہ کیا اور معیار زندگی کو بہتر کیا۔ لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی اور لائسنس یافتہ نجی تاجروں نے بھی مقامی طور پر تیار کردہ سامان کی قابل ذکر مقدار برآمد کی، اور بعض اوقات اس نے اہم صنعتوں کو ان کی ترقی کے بہترین لمحات پر محرکات فراہم کیے۔

ایک مثال تانبے کی صنعت کی طرف سے فراہم کی گئی ہے، جس کی پیداوار کی بنیادی جگہ 1750 تک لوئر Lower Swansea سوانسی ویلی تھی۔ یہ تانبے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کے احکامات تھے جنھوں نے 1720 کی دہائی کے دوران صنعت کی ابتدائی ترقی کو تحریک دی، اور اس کے بعد بڑی مقدار میں Lower Swansea سوانسی تانبے نے ایشیائی معیشتوں میں سکے بنانے، پینے کے برتنوں، ابلتے پین، کیتلی وغیرہ کے طور پر استعمال کرنے کا راستہ تلاش کیا۔

یہ برطانیہ کے صنعتی انقلاب کا سبب نہیں بنا، لیکن ایشیا میں پھیلاؤ نے اہم لمحات میں برطانوی معیشت کے اہم شعبوں کو تنقیدی طور پر مضبوط کیا۔ تو ایسٹ انڈیا کمپنی کیا تھی؟

اس سوال کے متعدد جوابات ہیں اور بہت کچھ علمی نقطہ نظر پر منحصر ہے۔ کمپنی کو یقینی طور پر تسلیم شدہ طور پر جدید قرار دیا جا سکتا ہے، اور جس طرح سے 1601ء میں جوائنٹ سٹاک کمپنی قائم کی گئی تھی وہ جدید نظروں کے لیے بالکل منطقی نظر آتی ہے: یہ ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز، ایک معاون سیکرٹریٹ، انتہائی ماہر عملہ کے ساتھ کام کرتی تھی، عمودی انضمام کا ایک مضبوط احساس، اور انتہائی نفیس معلومات کا پروسیسنگ سسٹم۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ فیصلہ سازی مکمل طور پر عقلی تھی، مکمل معلومات کی بنیاد پر جو ممکن حد تک منظم طریقے سے حاصل کی گئی تھی۔ یقینا، آج کے ساتھ بنیادی فرق مواصلات کی رفتار کا تھا۔ ہندوستان سے معلومات حاصل کرنے میں چار مہینے لگے، اور کافی حد تک یہ بتاتا ہے کہ کیوں کلائیو جیسے مرد آسانی سے ان چیزوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں جو انہیں کرنے کی ہدایت کی گئی تھی، یہ جانتے ہوئے کہ وہ لندن کی مؤثر رسائی سے باہر ہیں۔

اس کے باوجود، جدید دور کے کاروباری اور معاشی مورخین نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ جدید فرم کے پیشرو کی نمائندگی کرتا ہے، جدید کثیر القومی کمپنی کا پتہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے ملتا ہے، اور اس نے انہیں جنرل موٹرز اور ہر قسم کے ساتھ وسیع مماثلتیں کھینچنے کی اجازت دی ہے۔ دیگر کمپنیوں کے. اس میں یقیناً کچھ ہے، لیکن یہ تنظیم در حقیقت جدید فرم سے بالکل مختلف تھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کمپنی کارپوریٹ اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے کام کرتی تھی، اس نے پرائیویٹ انٹرپرائز کو بھی مکمل لگام دی، جس نے ملازمین کو اپنے اکاؤنٹ پر تجارت کرنے کی اجازت دی، اور یہ ظاہر ہے کہ مفادات کے تصادم کا سبب بنے۔ ڈائریکٹرز نے ایسا اس لیے کیا کیونکہ وہ حقیقت پسند تھے، جنہیں ہزاروں میل دور کام کرنے والے مردوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ترغیب کی ضرورت تھی کہ وہ اپنا کچھ وقت کارپوریٹ سرگرمیوں کے لیے وقف کریں۔

تو ہوا یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی، جو کہ نجی تجارت کو روکنے اور ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھی، نے اپنے ملازمین کو مخصوص اشیا میں تجارت کرنے کا لائسنس دینا شروع کر دیا- وہ اشیاء جو ان چیزوں کا مقابلہ نہیں کرتی تھیں جن کو کمپنی خود خریدنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے اپنے ملازمین کو معمولی تنخواہیں— £10 ماہانہ— اور اس طرح ایسٹ انڈیا مین کے کمانڈروں جیسے مردوں کو نہ صرف کمپنی کے مفاد میں بلکہ ان کے اپنے بحری جہازوں کو وقت پر ایشیا پہنچانے کی ترغیب دی تھی۔

یقیناً نجی تجارت کے لائسنس نے مسائل پیدا کیے ہیں۔ سب سے پہلے، کارپوریٹ مفادات کے ساتھ ناگزیر مقابلہ تھا جو اسٹاک ہولڈرز اور سرمایہ کاروں کے منافع کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اور بالآخر، اگر نجی تاجروں نے بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا، تو وہ اسی کمپنی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں

جس نے انہیں ملازمت دی تھی۔ دوم، یقیناً جیسا کہ کلائیو کا معاملہ تھا، نجی سر گرمی ریاست یا تاج برطانیہ کے مفادات کے خلاف ہو سکتی ہے اور اس طرح کمپنی کے لیے مسائل پیدا کر سکتی ہے۔

لہٰذا، جو ہوا، وہ یہ ہے کہ ریاست نے، کلائیو اور دیگر نابوب **nabobs** کے خلاف عوامی رد عمل کے نتیجے میں، 1770ء کے بعد سے کمپنی پر بہت زیادہ سخت کنٹرول حاصل کرنا شروع کر دیا۔ لارڈ نارتھ کا ریگولیٹنگ ایکٹ 1773ء کے بعد پٹ **Pitt's India** کا انڈیا ایکٹ 1784ء تھا۔ یہ پابندیاں، مثال کے طور پر، کمپنی کے ملازمین کی طرف سے تحائف لینے پر اور کافی سخت ضابطہ اخلاق کا نفاذ۔

37

ستم ظریفی یہ ہے کہ جس طرح ایڈم اسمتھ اور دیگر کی طرف سے اجارہ داری کے حقوق کو چیلنج کیا جا رہا تھا، یہ ہندوستان میں کمپنی کی انتظامی صلاحیتیں تھیں، اور ہندوستانی آبادی پر حکومت کرنے کے حوالے سے جو اوصاف ظاہر کر رہے تھے، اس نے دیکھا کہ یہ ایک تجارتی کمپنی کے طور پر نہیں بلکہ زندہ رہی۔ ایک سامراجی ایجنسی کے طور پر۔ 1813ء میں ہندوستانی تجارتی اجارہ داری ختم ہو گئی اور 1833ء میں چین کی اجارہ داری ختم ہو گئی، لیکن کمپنی 1857ء کی عظیم بغاوت تک ہندوستان میں برطانوی حکومت کے طور پر کام کرتی رہی۔

چنانچہ جو کمپنی جوائنٹ سٹاک کمرشل انٹرپرائز کے طور پر شروع ہوئی تھی اس نے اپنے دن ایک بالکل مختلف قسم کے ادارے کے طور پر ختم کر دیے۔ لہٰذا، اس پیچیدہ کہانی میں ہمارے پاس جو کچھ چل رہا ہے (یہاں منتخب کردہ خاکہ) وہ عوامی اور نجی مفادات کا مرکب ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی میں مجسم اور سرایت کر رہا ہے۔ کمپنی نے بنیادی ڈھانچہ فراہم کیا — بحری جہاز، قلعے، کارخانے؛ اس نے انتظامی مدد فراہم کی؛ اور اس نے جارحانہ پرائیویٹ انٹرپرائز کو قانونی حیثیت فراہم کی جسے اس کے نوکروں کی پے در پے نسلوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اٹھایا۔

تو یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ اجارہ داری — بہت زیادہ بدنام ایسٹ انڈیا کمپنی کی اجارہ داری — حقیقت میں ایک افسانہ تھا، اور اجارہ داری بالکل نہیں تھی۔ کاغذ پر ایک اجارہ داری ہو سکتی ہے، لیکن عملی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ کمپنی کی علاقائی اور سمندری سلطنت میں پرائیویٹ انٹرپرائز کی ایک بہت بڑی اور بہت وسیع رینج پائی جاتی ہے۔

یہ استدلال بھی ممکن ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی برطانیہ کی ترقی میں ایک اہم ایجنٹ تھی بطور قدیم ٹھیکیدار ریاست — ایک ایسی ریاست جس میں حکومت کے بنیادی کام دراصل کم سے کم ہوتے ہیں لیکن جہاں اس کی فلاح و بہبود کا انحصار بے شمار ٹھیکیداروں پر ہوتا ہے، بڑے اور چھوٹے،

ریاست کو چیزیں بیچنا یا لاکھوں مربع میل کے علاقے پر حکومت کرنا۔ حالیہ برسوں میں اٹھارویں صدی میں ایک مالیاتی فوجی ریاست کے طور پر برطانیہ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے - یعنی ایک ایسی ریاست جو جنگ لڑنے کے لیے پیسے اور مردوں کو اکٹھا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

پیسہ کس طرح خرچ کیا گیا اور دنیا بھر میں وسائل کو حقیقت میں کیسے لگایا گیا اس پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ برطانوی ریاست ہمیشہ دوسرے لوگوں کو اپنی لڑائی کروانے اور اپنا پیسہ خرچ کرنے کے لیے دوسرے لوگوں کو استعمال کرنے میں بہت اچھی رہی ہے۔ اس نے ٹھیکیداروں کے ساتھ مل کر کام کر کے ایسا کیا، جنہوں نے قومی مفاد میں کام کیا لیکن بنیادی طور پر اپنے اور اپنے سرمایہ کاروں کے لیے منافع کمانے کی طرف سے حوصلہ افزائی کی۔

میں بحث کروں گا اور یہ کہہ کر نتیجہ اخذ کروں گا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اٹھارویں صدی کے طویل عرصے تک برطانوی ریاست کے لیے سینئر کنٹریکٹر پارٹنر تھی، جس پر بحر ہند کی دنیا میں تاج اور شہر کی نمائندگی کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ اس نے اتنی بڑی اور پائیدار کامیابی کے ساتھ ایسا کیا کیونکہ اس نے نجی انٹرپرائز کو ایسے علاقوں میں جاری کیا جہاں تک نہ تو خود یا تاجروں کے ذریعہ رسائی حاصل کی جا سکتی تھی جو خود کام کر رہے تھے۔

اس نے تجارت کی ایک دنیا اور ایک علاقائی سلطنت پیدا کی جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے اپنے دن بہت دور، لفظی اور استعاراتی طور پر ختم کر دیے، جہاں سے اس کی شروعات 1600ء میں ہوئی تھی۔ 1874ء کی ایسٹ انڈیا کمپنی بالآخر ختم ہو گئی۔ تب تک یہ کافی عرصے سے محدود ہو چکی تھی، لیکن پارلیمنٹ کا ایک ایکٹ منظور کیا گیا اور باقی تمام سرمایہ کاروں کو ادائیگی کر دی گئی۔

اس وقت دی ٹائمز نے ایسٹ انڈیا کمپنی پر ایک مضمون شائع کیا جس میں اس کی طویل تاریخ کی عکاسی کی گئی تھی، اور یہ اس کے نوحہ کے آخری الفاظ ہیں: اب، جب یہ پارلیمنٹ کی رخصتی کی رسموں کے ساتھ زندہ لوگوں کی سرزمین سے باہر ہو گئی ہے۔ بس، جیسا کہ ہم یہ ریکارڈ کر سکتے ہیں کہ اس نے —— ایسٹ انڈیا کمپنی —— نے ایسا کام انجام دیا جیسا کہ انسانی نسل کی پوری صنعت میں کسی دوسری تجارتی کمپنی نے کبھی کوشش نہیں کی اور آنے والے سالوں میں یقیناً کوئی بھی ایسا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

38

صنعت کاری:

کیوں برطانیہ پہلے نمبر پر آیا

از نکولس کرافٹس

"صنعتی انقلاب" کی اصطلاح عام طور پر اٹھارویں صدی کی آخری دہائیوں اور انیسویں کی ابتدائی دہائیوں کے دوران برطانوی معیشت کے بے مثال تجربے کی خصوصیت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ لفظی طور پر لیا جائے تو یہ ایک گمراہ کن جملہ ہے، لیکن احتیاط سے استعمال کیا جائے تو یہ ایک مفید استعارہ ہے۔ ان سالوں نے پہلے کے زمانے کے مقابلے میں ایک قابل ذکر اقتصادی کامیابی دیکھی، لیکن یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ بعد کے معیارات کے مطابق یہ بہت سے طریقوں سے ایک معمولی شروعات تھی۔

مزید یہ کہ جس بنیاد پر ابتدائی کامیابی حاصل کی گئی وہ طویل مدت تک قیادت کو برقرار رکھنے کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ ایک "صنعتی انقلاب" کا خیال شاندار تکنیکی پیش رفتوں، کارخانے کے نظام کی فتح، تیز رفتار اقتصادی ترقی، اور اب تک کی معیشت کی صنعت کاری کی بڑی حد تک زراعت پر مبنی تصویریں بناتا ہے۔

در حقیقت، یہ برطانوی معیشت کے لیے سفر کی سمتیں تھیں، لیکن جب ان کی مقدار کا تعین کیا جاتا ہے، تو اعداد و شمار — اگرچہ ایک بار سیاق وسباق میں ڈالے جائیں تو متاثر کن — ہائپربل کے مطابق نہیں رہتے۔ کئی دہائیوں تک، جب کہ معیشت زبردست آبادی کے دباؤ کا مقابلہ کرتی رہی جس کا سترھویں صدی میں تصور کیا جا سکتا تھا، فی شخص حقیقی آمدنی کی نمو دردناک حد تک سست تھی۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں ایک تہائی سے زیادہ مزدور قوت زراعت میں کام نہیں کرتی تھی۔

سال 1851ء میں ٹیکسٹائل، دھاتیں اور مشین سازی کے مشترکہ کاموں سے زیادہ لوگ گھریلو خدمات اور تقسیم میں ملازم تھے۔ تقریباً 1830ء تک برطانوی صنعت میں پانی کی طاقت بھاپ کی طاقت سے زیادہ اہم تھی۔ اس کے باوجود، انیسویں صدی کے وسط کی معیشت 100 سال پہلے کی معیشت سے مختلف رفتار پر قائم ہوئی۔

خاص طور پر، مستقل تکنیکی ترقی، سرمایہ کاری کی اعلیٰ سطحوں، اور صنعت کاری کی بنیاد پر محنت کی پیداوار میں مسلسل اضافہ آبادی میں تیزی سے اضافے کے باوجود فی شخص حقیقی آمدنی میں نمایاں اضافہ کی بنیاد بن گیا ہے۔ "جدید اقتصادی ترقی" کی طرف منتقلی ہوئی تھی۔ اس نے کہا، ترقی کی صلاحیت اب بھی بیسویں صدی کے معیارات کے مطابق ایک ایسی معیشت میں کافی حد تک محدود تھی جہاں تعلیم اور سائنسی صلاحیتیں اب بھی کافی قدیم تھیں، باقی دنیا سے تکنیکی ترقی درآمد کرنے کی گنجائش معمولی تھی، اور اداروں اور اقتصادی پالیسیوں کی واضح حدود تھیں۔

اس مقالے کا مقصد برطانوی صنعت کاری کے تناظر کو قائم کرنا، صنعتی انقلاب کی مقداری تفصیلات کا تعین کرنا،اس بات پر غور کرنا کہ برطانیہ کی پہلی صنعتی قوم بننے اور "دنیا کی ورکشاپ" بننے کے لیے کون سے عوامل سازگار تھے،اور اس پر بحث کرنا ہے۔ تکنیکی ترقی کی رفتار کی وضاحت کرنے میں مشکلات۔ پوسٹ اسکرپٹ کے طور پر، برطانیہ کے ابتدائی آغاز کی میراث کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

39

اسپنگ جینی،ایک ملٹی اسپنڈل اسپنگ فریم کی ایجاد **1764**ء میں اسٹین ہل، لنکاشائر میں جیمز بارگریویس نے کی تھی۔

سیاق وسباق.

تین پس منظر کے نکات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے، صنعتی انقلاب عظیم انحراف کے بعد آیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ جدول 1 میں بتایا گیا ہے،اس سے پہلے کہ شمال مغربی یورپ میں اٹھارویں صدی کے آخر میں آمدنی کی سطح ایشیا کے لوگوں سے بہت آگے نکل گئی تھی،اور برطانیہ "ننگی ہڈیوں کی روزی" سے بہت آگے تھا،جو اکثر تقریباً ہوتا ہے۔ بطور$400 (**GK1990**)۔

یہ نسبتاً زیادہ آمدنی کئی صدیوں کی سست اقتصادی ترقی کی عکاسی کرتی ہے (آمدنی اوسطاً 0.2 فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھ رہی ہے)۔ اس میں بین الاقوامی تجارت کی نمایاں توسیع، چھوٹے پیمانے کی صنعت کی کافی ترقی،اور ایک آبادیاتی نظام شامل تھا جسے مالتھوسی **Malthusian** کے بدترین خواب سے کسی طرح ہٹادیا گیا تھا۔

دوسرا، نسبتاً زیادہ آمدنی کی سطح کا مطلب یہ تھا کہ معیشت کے ایسے پہلو تھے جو بعد میں ہونے والی معاشی ترقی کے لیے سازگار تھے، بشمول اچھے مواقع آنے پر سرمایہ کاری کے لیے خاطر خواہ فنڈز جمع کرنے کی صلاحیت اور ایک قابل ذکر شہری آبادی۔ مزید برآں، برطانیہ اس وقت کے معیارات کے لحاظ سے ایک اعلیٰ اجرت والی معیشت تھی، جیسا کہ جدول 2 میں دکھایا گیا ہے۔ تیسرا، اس کے باوجود، صنعتی انقلاب سے پہلے اس میں ترقی کی اہم حدود تھیں۔

40

برطانوی معیشت، جو ٹیکنالوجی کی نسبتاً سست پیش رفت کی وجہ سے مجبور تھی، جس کے نتیجے میں آبادی کے دباؤ کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔ اٹھارویں صدی کے اوائل کی معیشت کی ایک منصفانہ وضاحت یہ ہے کہ آبادی میں سالانہ 0.5 فیصد سے زیادہ اضافہ حقیقی اجرتوں اور اس طرح معیار زندگی پر نمایاں نیچے کی طرف دباؤ ڈالتا ہے۔

ٹیبل 1 اصلی جی ڈی پی/ شخص، 1086–1850 (GK1990$) ماخذ: براڈبیری (2013) سال 1086 1348 1400 1500 1600 1650 1700 1750 1800 انگلینڈ/ گریٹ برطانیہ 17174174 23 1100 1563/1630 اٹلی 2997 1850 2080 1710 2403 2171 2372 1403 1601 1244 چین 1376 1483 1245 876
ٹیبل 2 چاندی کی اجرت، 1650–1849 (گرام/دن) ماخذ: ایلن (2001)؛ براڈبیری اور گپتا (2006) سال 1650–99 1700–49 1750–99 1800–49 سدرن انگلینڈ 5.6 .7 0 8.3 2440 1752/2617 2397 اینٹورپ 7.1 6.9417 6.9417 244 1350 چین یانسی 3.1 948 909 852 843 737 639 600 انڈیا 1.4 2.9 6.9 14.6 .7 7 3.3 8.1 نمبرز میں صنعتی انقلاب 1.5 1.7 1.7 1.2 1.8۔

صنعتی انقلاب کے اعداد و شمار

کلاسک صنعتی انقلاب کا دور جدید معاشی ترقی کی طرف منتقلی کی نشاندہی کرتا ہے جس کا اختتام تکنیکی ترقی کے ذریعے پائیدار پیداواری بہتری کے قابل معیشت پر ہوا، جس نے فی شخص حقیقی جی ڈی پی میں مستقل اضافہ اور آبادی میں تیزی سے اضافے کے پیش نظر حقیقی اجرتوں میں اضافہ

کیا۔ یہ واقعی "مالتھوسیئن ٹریپ" میں پھنسنے کے کسی بھی امکان کے خاتمے کی نشان دہی کرتا تھااور یہ ایک قابل ذکر کامیابی تھی جس کا ایک صدی قبل تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس نے کہا،

41

اس نے کہا، بعد کے معیارات کے مطابق ترقی دراصل کافی معمولی تھی، جیسا کہ جدول 3 میں دیکھا جا سکتا ہے، انیسویں صدی کی دوسری سہ ماہی تک حقیقی جی ڈی پی 2 فیصد سے بھی کم کی شرح سے بڑھ رہی تھی۔ اس کے باوجود جی ڈی پی کی نمو میں اضافہ آبادی میں 1.4 فیصد سالانہ اضافے کو پیچھے چھوڑنے کے لیے کافی تھا۔ ٹوٹل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) کی نمو اس وقت تک ایک قابل احترام لیکن شاید ہی شاندار 0.7 فیصد سالانہ تک پہنچ گئی۔ 1 والٹ روسٹو کی طرف سے تصور کردہ قسم کا کوئی "ٹیک آف" نہیں تھا۔ 2 ٹیبل 3 برطانوی صنعتی انقلاب کے دوران نمو (% فی سال) ماخذ: دستکاری (2014) سال حقیقی **GDP** آبادی حقیقی **GDP**/ شخص **TFP** 1760–1800 1.2 0.8 0.4 0.4 1800–1830 1.7 1.4 0.3 0.4 1830–1860 2.319 . 2.301

انیسویں صدی کے وسط تک برطانیہ صنعت میں 45 فیصد روزگار کے ساتھ انتہائی صنعتی ہو چکا تھا (ٹیبل 4)۔ الزبتھ کے زمانے کے مقابلے میں ملازمت کا ڈھانچہ تبدیل ہو چکا تھا۔ تاہم، حالیہ تحقیق نے واضح کیا ہے کہ صنعت کی طرف اس تبدیلی کا ایک اچھا سودا صنعتی انقلاب سے پہلے ہی ہو چکا تھا اور یہ کہ اٹھارویں صدی کے وسط کے برطانیہ میں ملازمتیں پہلے کی سوچ سے کم زرعی اور زیادہ صنعتی تھیں، خاص طور پر جب خواتین کی ملازمت مناسب طریقے سے ہو۔

42

انیسویں صدی کے وسط میں برطانیہ کو دوسرے ممالک کے مقابلے میں اس کے زرعی روزگار میں بہت کم حصہ کی وجہ سے، جس کی بنیاد کسانوں کی زراعت کے غائب ہونے اور کھلی معیشت کی تجارت پر تھی۔ معیشت جس نے اپنی خوراک کا ایک اہم حصہ درآمد کیا اور تیار شدہ برآمدات میں مضبوط پوزیشن حاصل کی۔ اس کے باوجود، اگرچہ صنعتی انقلاب کے دوران ساختی تبدیلیوں میں تیزی آئی، لیکن یہ اس سے کم ڈرامائی تھی جتنا سوچا جاتا تھا۔ جدول 4 روزگار کے حصص (%) ماخذ: براڈبیری وغیرہ۔ (2013) ایگریکلچر انڈسٹری سروسز 1759 36.8 33.9 29.3 1801 31.7 36.4 31.9 1831 26.8 41.9 31.3 1851 23.5 45.6 30.9 سے پہلے کے صنعتی اہداف پر تھے۔ انیسویں صدی کی اقتصادی ترقی یعنی بیک وقت صنعت کاری یورپ کے ساتھ مل کر ایشیا کی غیر صنعتی کاری۔

جدول 5 میں بتائے گئے تخمینوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی صنعتی پیداوار میں چین کا حصہ 1750ء میں 32.8 فیصد سے کم ہو کر 1880ء میں 12.5 فیصد ہو گیا، جبکہ اسی عرصے کے دوران برطانیہ کا حصہ 1.9 فیصد سے بڑھ کر 22.9 فیصد ہو گیا۔ یہ نہ صرف عکاسی کرتا ہے

بڑھتی ہوئی شرح نمو کے اثرات بلکہ عالمگیریت کے طویل مدتی اثرات بھی، کیونکہ گرتی ہوئی نقل و حمل کی لاگت نے نام نہاد "پہلی غیر بنڈلنگ" کی اجازت دی جس میں صنعتی پیداوار کی کھپت دور دراز مقامات پر ہو سکتی ہے۔ 1851ء میں برطانوی صنعتی پیداوار کا پچیس فیصد برآمد کیا گیا تھا، اور اسی وجہ سے معیشت نے "دنیا کی ورکشاپ" کا لیبل (کسی حد تک مبالغہ آمیز) حاصل کیا ہے۔

جدول 5 عالمی صنعتی پیداوار کے حصص (%) ماخذ: بائروچ (1982) برطانیہ باقی مغربی یورپ USA چین انڈیا 1750 1.9 15.2 0.1 1830 9.5 18.1 1860 19.9 1880 1913 22.9 .22.9 1880 1913 22.9 29.8 17.6 7. 2 19.5 8.6 30.0 14.7 12.5 2.7 13.6 33.9 32.0 3.6 1.4

SLOW TFP GROWTH

یہ حیران کن محسوس ہو سکتا ہے کہ صنعتی انقلاب کے دوران TFP کی ترقی اتنی تیز نہیں تھی، جو کہ رچرڈ آرک رائٹ، ہنری کورٹ، جارج کارٹ، جارج اسٹیفن، سیموئیل اسٹیفن اور سموئیل اسٹیفن کی ایجادات کے تمام دور کے بعد تھی۔ اور بھاپ کے دور میں شروع ہوا، عام طور پر اسے اب تک کی سب سے اہم عام مقصد والی ٹیکنالوجیز میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

دو نکات فوراً اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ سب سے پہلے، تکنیکی ترقی کا اثر بہت ناہموار تھا۔ ٹرانسپورٹ کے علاوہ زیادہ تر سروس سیکٹر بڑی حد تک متاثر نہیں ہوا۔ ٹیکسٹائل، دھاتیں، اور مشین سازی کا صنعتی روزگار کا ایک تہائی سے بھی کم حصہ تھا— یا کل روزگار کا 13.4 فیصد— یہاں تک کہ 1851ء میں، جب کہ زیادہ صنعتی روزگار ابھی بھی "روایتی" شعبوں میں تھا۔ دوسرا، تکنیکی ترقی کے عمل میں بہت سی اضافی اصلاحات اور اصل ایجادات کی صلاحیت کا ادراک کرنا سیکھنا تھا۔

اس نے ایک ایسے دور میں وقت لیا جہاں سائنسی اور تکنیکی صلاحیتیں اب بھی بعد کے معیارات کے لحاظ سے بہت کمزور تھیں۔ بھاپ کی طاقت ایک بہترین مثال پیش کرتی ہے۔ جدول 6 میں تخمینہ ظاہر کرتا ہے کہ 1830ء سے پہلے پیداواری ترقی پر اس کا اثر معمولی تھا۔ 1830ء میں صرف 165,000 ہارس پاور استعمال میں تھی۔

اصل کم دباؤ والے انجنوں کی زیادہ کوئلے کی کھپت سے بھاپ کی طاقت کی لاگت اور پھیلاؤ کو روک دیا گیا، اور ہائی پریشر کی طرف بڑھنا—— جس سے نہ صرف فیکٹریوں بلکہ ریلوے اور بھاپ کے جہازوں کو بھی فائدہ ہوا—— عام طور پر دوسرے نصف تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ انیسویں صدی کے. بھاپ کے انجن کی سائنس اچھی طرح سمجھ نہیں آئی تھی اور بھاپ کی طاقت کی قیمت صرف آہستہ آہستہ گری۔ برطانوی پیداواری نمو پر بھاپ کی طاقت کا زیادہ سے زیادہ اثر انیسویں صدی کی تیسری سہ ماہی تک تاخیر کا شکار ہوا—— جیمز واٹ کے پیٹنٹ کے تقریباً 100 سال بعد۔

43

جدول 6 برطانوی لیبر کی پیداواری ترقی میں بھاپ کی طاقت کا حصہ، 1760–1910 (% فی سال) ماخذ: دستکاری (2004)
1760–1800 0.01 1800–1830 0.02 1830–1850 0.20 1850–18101810174

مزید بہت سے برطانوی معیشت کے پہلو اب بھی اختراعی کوششوں کے لیے غیر دوستانہ تھے۔ 1820ء میں مارکیٹوں کا سائز ابھی بھی بہت چھوٹا تھا، جب عالمگیریت اپنے ابتدائی دور میں تھی اور برطانیہ میں حقیقی جی ڈی پی صرف ایک صدی بعد ریاستہائے متحدہ میں حاصل ہونے والے سائز کا تقریباً بیسواں حصہ تھا۔

نئی ایجاد شدہ ٹیکنالوجی کی قیمتیں زیادہ تھیں کیونکہ سائنسی علم اور رسمی تعلیم سے جو فائدہ حاصل کیا جا سکتا تھا وہ معمولی تھا۔ سائنسی دریافت کے حقوق کمزور تھے کیونکہ پیٹنٹ کے ذریعہ پیش کردہ قانونی تحفظ 1830ء کی دہائی تک مشکوک تھا، اور 1852ء کی اصلاحات تک پیٹنٹ لینے کی لاگت بہت زیادہ تھی۔ قانون میں کرایہ کی تلاش، بیوروکریسی، چرچ، اور فوج انٹرپرینیورشپ کے لیے بہت پرکشش متبادل رہی، جیسا کہ تقسیم کے شواہد نے تصدیق کی ہے۔

جدول 7 انیسویں صدی کے اوائل میں جسمانی اور انسانی سرمائے میں سرمایہ کاری کی سطحوں کی اطلاع دیتا ہے، جو بعد کے معیارات کے لحاظ سے بہت کم ہیں۔ یہ واضح طور پر اونچے درجے کے کالج میں داخلہ لینے کا وقت نہیں تھا، اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کو سائنس اور انجینئرنگ میں نہیں بلکہ

پرانے پیشوں میں داخلہ ملتا تھا۔ سرمایہ کاری، خاص طور پر آلات میں، جی ڈی پی کا ایک چھوٹا تناسب تھا۔ یہ جزوی طور پر ابتدائی صنعتی ٹکنالوجیوں کی معمولی سرمائے کی ضروریات کی عکاسی کر سکتا ہے، لیکن یہ انتہائی پابندی والے کمپنی اور بینکنگ قانون سازی کے وقت کیپٹل مارکیٹ کی کمزوریوں کی علامت بھی ہے۔

جدول 7 وسیع سرمایہ جمع کرنے کے پہلو، 1801–31 (%) ماخذ: دستکاری (1995)، (1998) سرمایہ کاری/جی ڈی پی 6.7 غیر رہائشی سرمایہ کاری/جی ڈی پی 5.0 سازوسامان کی سرمایہ کاری/جی ڈی پی 1.3 بالغ خواندگی 54 پرائمری اسکول میں داخلے کا سال 36 اسکولوں میں داخلہ (نمبر) 2.3 یونیورسٹی کے طلباء/آبادی 0.04 سول انجینئرز/ملازمت 0.01 روایتی پیشے/ملازمت

44

آخر برطانیہ ہی کیوں؟

یہ سمجھنا معقول حد تک آسان ہے کہ برطانیہ نسبتاً جلد ہی ایک انتہائی صنعتی معیشت کیوں بن گیا۔ اٹھارویں صدی تک نجی املاک کے حقوق، قانون کی حکمرانی، اور ٹیکس کی مضبوط بنیاد کے ساتھ ایک مضبوط لیکن مجبور ریاست پر مبنی ایک اچھی طرح سے قائم مارکیٹ کی معیشت تھی۔ کامیاب تجارتی توسیع کے طویل عرصے کے بعد آمدنی نسبتاً زیادہ تھی، اور زراعت کو سرمایہ دارانہ جاگیر دار— کرایہ دار کسان لائنوں کے ساتھ دوبارہ منظم کیا گیا تھا، جس کا مطلب تھا بڑے فارم اور کم مزدور۔

جغرافیہ کئی اہم معاملات میں سازگار تھا، بشمول کوئلے کی دستیابی، پانی کی طاقت، اور سمندر تک رسائی۔ ٹیکسٹائل کی تجارت، کان کنی اور لوہے کی صنعت میں کافی مہارت کی بنیاد تھی۔ اگر نئی صنعتی ٹیکنالوجیز آئیں جو اس قسم کے ماحول سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں، تو برطانیہ ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار تھا۔ اس کے باوجود صنعتی انقلاب کے موقع پر ان عوامل میں سے کسی میں کوئی قابل ذکر تبدیلیاں نہیں آئیں۔

یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ پہلا صنعتی انقلاب اٹھارویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں برطانیہ میں کیوں آیا۔ اس معاملے کا بنیادی مقصد تکنیکی ترقی میں تیزی کی وضاحت کرنا ہے، جو کہ پہلی مثال میں خاص طور پر چند اہم پیش رفتوں کے گرد گھومتی تھی، خاص طور پر کاٹن ٹیکسٹائل میں، جو دراصل نسبتاً سادہ اور کم درجے کے تھے۔ یہاں مسائل تین ہیں۔ سب سے پہلے، یہ فرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایجاد کے لیے ماحول ساز گار پہلوؤں پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے کسی ایک سال میں اہم تکنیکی پیشرفت کا تھوڑا سا امکان ہوتا ہے لیکن طویل مدت کے دوران ایک بڑے مجموعی امکان کا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت سے پہلے اور شاید ان پیش قدمیوں کا مقام بھی غیر متوقع تھا۔ دوسرا، یہ سوچا جا سکتا ہے کہ نئی ٹکنالوجی کی مضبوط مانگ کا وجود منافع پر مبنی موجدوں کے رد عمل کو متحرک کرے گا، لیکن ضروری نہیں کہ کوشش کامیابی کی طرف لے جائے، خاص طور پر ایسے وقت میں جب سائنس کافی قدیم تھی۔ ہمیں انتظار کرنا پڑا۔ بیسویں صدی تک موثر دوائیوں کی آمد کے لیے۔

اس کے برعکس، کامیاب ایجاد کا معاشی اثر بہت کم ہو گا جب اس کی مارکیٹ چھوٹی تھی — 1783ء میں فرانس میں مونٹگولفیئر برادران کے ذریعہ ہاٹ ایئر بیلوننگ کی ایجاد کے بارے میں سوچیں۔ لہذا اختراعی کوششوں کے لیے ساز گار ماحول اور صنعتی انقلاب تک پہنچنے کے درمیان تعلق سیدھا نہیں ہے۔ تیسرا، ہم یہ بھی تسلیم کر سکتے ہیں کہ بعض اوقات اہم پیشرفت، موکیر (1990ء) کی اصطلاح میں "میکرو ایجادات" ہوتی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ معاشی ترغیبات کے جواب میں نہیں ہوتیں بلکہ باصلاحیت یا قسمت کے جھٹکے کے نتیجے میں ہوتی ہیں۔

ابراہم ڈاربی کی 1709ء میں کوک سملٹنگ کی دریافت ایسی ہی ایک مثال ہو سکتی ہے۔ یہ تکنیکی ترقی میں بے ترتیب پن کے عنصر کو متعارف کراتی ہے۔ 3 ان مشکلات کے باوجود، حالیہ لٹریچر صنعتی انقلاب میں برطانیہ کی برتری کی وضاحت کرنے کے لیے اہم مفروضوں سے مالا مال ہے، جس میں ایلن (2009ء) اور موکیر (2009ء) کی نمایاں شراکتیں ہیں۔ یہ مسابقتیں پیش کرتے ہیں لیکن باہمی طور پر خصوصی دلائل نہیں رکھتے — درحقیقت، ان کے درمیان اہم تکمیلات ہو سکتی ہیں۔

ایلن کا استدلال ہے کہ "صنعتی انقلاب... اٹھارویں صدی میں برطانیہ میں ایجاد ہوا تھا کیونکہ اس نے اسے وہاں ایجاد کرنے کے لیے ادائیگی کی تھی" (صفحہ 2)۔ اس کا نتیجہ غیر معمولی قیمت اور اجرت کے ڈھانچے سے ہوا جو غالب تھا۔ اس کے مقابلے میں دوسرے ممالک میں اجرت زیادہ تھی، سرمایہ سستا تھا، اور توانائی بہت سستی تھی (سی ایف ٹیبلز 2 اور 8)۔

یہ صرف اچھے خیالات کی تجارتی ترقی کے اعلی مقررہ اخراجات کی ادائیگی کے قابل تھا جہاں ایک ممکنہ مارکیٹ موجود ہوا گر کوشش کامیاب ہو جائے، اور یہ صرف اس صورت میں ہو گا جب نئی ٹیکنالوجی کو اپنانے سے معاشی احساس پیدا ہو۔ ایلن نے اپنی دلیل کی ایک اہم مثال کے طور پر گھومنے والی جینی کا حوالہ دیا، کیونکہ اس کا اندازہ ہے کہ 1770ء کی دہائی میں انگلینڈ میں ایک خریداری پر نفع کی واپسی کی شرح 38 فیصد تھی، جب کہ فرانس میں 2.5 فیصد اور ہندوستان میں -5.2 فیصد تھی۔

45

ٹیبل 8 . توانائی کی قیمت (گرام چاندی/ملین BTUs) ماخذ: ایلن (2009) 1650–99 1700–49 1750–99 1800–49 مغربی یو کے، کوئلہ 0.81 0.81 1.13 1.13 مغربی یو کے، چارکول 5.3535.3535 کوئلہ 7.12 7.95 7.20 7.37 اینٹورپ، چارکول 9.16 9.09 13.09 15.23 19.04 بیجنگ 9.33 8.99 8.08 کینٹن 4.15 4.15 7.15 یہ ایک دلکش ہے لیکن ابھی تک مکمل طور پر قائل نہیں ہے، جو اس مرحلے پر اب بھی مکمل طور پر قائل کرنے والے ثبوت کی ضرورت ہے۔

یہ کہانی یقینی طور پر ایلن کے فریب دینے والے سادہ خلاصے کی اجازت سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ 4 مثال کے طور پر، جیسا کہ جدول 9 میں دکھایا گیا ہے، اگر قیمت انگلینڈ میں اتنی ہی کم ہوتی تو کم فرانسیسی اجرت کے ساتھ بھی یہ جینی کو اپنانے کے لیے ادائیگی کرتا، اور فلاڈیلفیا کی اجرت اور قیمتوں پر جینی کو اپنانا یقیناً بہت منافع بخش تھا۔

انگلینڈ میں جینی 3.75d کی اجرت کی شرح پر منافع بخش ہوتی — ایک اجرت کی شرح جو ہار گریویس کی ایجاد سے ایک صدی قبل 1650ء میں حاصل کی جا چکی تھی: ایک مشاہدہ جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اقتصادی ترغیبات کے لیے تکنیکی ردعمل فوری ممکن نہیں ہے۔

جدول 9. کتائی جینی کی خریداری پر منافع کی داخلی شرح، سی۔ 1780 (%) ماخذ: دستکاری (2011) جینی کی قیمت 840 d 1450d 1500d اجرت 9.375d 24.51-50 4.66d 12.0 13.5 38.0 6.25d 29.5 31.0 64.0 d. 5

نوٹس: انگلینڈ: جینی کی قیمت = 840 ڈی، اجرت = 6.25d (ایلن، 2009)؛ فرانس: جینی کی قیمت = 1450 ڈی، اجرت = 4.66 ڈی (ایلن، 2009)؛ ریاستہائے متحدہ (فلاڈیلفیا): جینی کی قیمت = 1500 ڈی (جیریمی، 1973)، اجرت = 9.375 ڈی (ایڈمز، 1970)۔ موکیر (2009) ایک مختلف وضاحت پیش کرتا ہے: برطانیہ صنعتی انقلاب کا رہنما بن گیا کیونکہ، کسی بھی دوسری یورپی معیشت سے

زیادہ، وہ روشن خیالی کی عظیم ہم آہنگی کی بدولت انسانی اور جسمانی وسائل کے اپنے وقف سے فائدہ اٹھانے کے قابل تھا: مفید علم میں بیکونین پروگرام کا امتزاج اور یہ پہچان کہ بہتر اداروں نے بہتر ترغیبات پیدا کیں (صفحہ 122)۔

46

ایک صنعتی انقلاب پیدا کرنے کے لیے جس چیز کی ضرورت تھی وہ سائنس دانوں، انجینئروں اور موجدوں کے ذریعہ پیدا کردہ مفید علم کا صحیح امتزاج تھا تاکہ ایک ادارہ جاتی ماحول میں ہنر مند کاریگروں کی فراہمی سے استفادہ کیا جاسکے جس سے کاروباری افراد کے لیے صحیح مراعات پیدا ہوں۔ "بیکونین پروگرام" تجربات اور سائنسی طریقہ کار پر مبنی تحقیق پر مشتمل ہے، تحقیق کے ایجنڈے کو عملی مسائل کے حل پر توجہ مرکوز کرنے اور نتائج کو تنظیم اور علم کی تقسیم کے ذریعے وسیع پیمانے پر قابل رسائی بنانے کی ہدایت کرتا ہے۔

اس نے "مائیکر وایجادات" کو فروغ دیا، بڑھتی ہوئی بہتری کا مسلسل بہاؤ جس نے نئی ٹیکنالوجیز کو مزید موثر بنایا۔ موکیر تسلیم کرتا ہے کہ اداروں پر روشن خیالی کے اثرات کا اندازہ لگانا مشکل ہے، لیکن دلیل دیتا ہے کہ اس کے نظریے کی کامیابی نے کرایہ کی شرح کو کم کیا اور مسابقتی منڈیوں کو فروغ دیا۔

یہ مکئی کی پیداوار کے قوانین کے خاتمے جیسے قانون سازی کے معاملے میں ظاہر ہوا، لیکن اس نے سماجی اصولوں کی شکل میں غیر رسمی اداروں کو بھی تقویت بخشی جو موقع پرستانہ رویے کی بجائے معتدل سرمایہ داری کے حامی تھے۔ ایک بار پھر، یہ ایک پرکشش مفروضہ ہے جسے مضبوط تجرباتی ثبوت کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر، اگر فنکارانہ مائیکر وایجاد اہم ہے، تو روشن خیالی کے ساتھ اس کا تعلق کسی حد تک غیر واضح رہتا ہے، اور اس کا نام ظاہر نہ کرنا مقداری تحقیقات کو مشکل بنا دیتا ہے۔

اگرچہ صنعتی انقلاب کے دوران مائیکر وایجاد کے محرک کے طور پر علم تک رسائی کی کم لاگت کا تصور پرکشش ہے، لیکن اس کی مقدار بھی طے کرنا باقی ہے اور یہ دستیابی کے بجائے فیکٹری سسٹم یا شہری آبادکاری کاری کے ذریعے مخصوص علم کے پھیلاؤ کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ تکنیکی دستور العمل یا سائنسی معاشروں کی سرگرمیاں۔

اسی طرح،Mokyr رسمی اور غیر رسمی اداروں میں پیش کردہ بہتری کی کوئی مقدار پیش نہیں کرتا، جو یقینی طور پر خود واضح نہیں ہے۔ مزید برآں، جب کہ کوئی بہتر معاشی پالیسی کی طرف اشارہ کر سکتا ہے، مثال کے طور پر، آرٹیفیسر کے قانون کے خاتمے، ببل ایکٹ اور سود کے قوانین، پیٹنٹ کے نظام میں اصلاحات، اور مکئی کے قوانین کی منسوخی، بہت سے۔ یہ طویل عرصے سے تاخیر کا شکار تھے۔

اور حکومتی پالیسی کی بڑی ناکامیوں کی طرف اشارہ کرنا آسان ہے جو روشن خیالی کے خیالات سے جڑے لوگوں کو اچھی طرح سے مایوس کر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، اعلی سماجی (اور مالی) شرح منافع کے باوجود ریاستی مالیاتی پرائمری تعلیم کو فروغ دینے سے انکار۔ ریلوے کے نظام کا نااہل ضابطہ جس میں زیادہ قیمت پر ایک سنجیدہ ذیلی نیٹ ورک کی تعمیر شامل ہے۔ اور انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں بھی کمپنی لا کی واضح خامیاں۔

یہ واقعی مفاد پرست گروہی سیاست کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، نہ کہ ثبوت پر مبنی پالیسی ڈیزائن جسے روشن خیالی پسند کرے۔ اقتصادی تاریخ دانوں کی طرف سے یہ بات بڑے پیمانے پر قبول کی گئی ہے کہ پیداواری ترقی کی مسلسل سرعت کی وضاحت نئی ٹیکنالوجیز کی ترقی اور اس کے نتیجے میں بڑھتی ہوئی بہتری کو سمجھنے سے ہونی چاہیے۔

ایلن اور موکیر کی طرف سے پیش کردہ تجاویز کے امتزاج نے یہ مفروضہ پیدا کیا کہ یہ نتیجہ اس رد عمل کا نتیجہ ہے، جسے روشن خیالی نے بہت سے افراد کی اجرت اور قیمت کی ترتیب میں اضافہ کیا تھا جس نے اٹھارویں صدی میں اختراعی کوششوں کے منافع کی بنیاد رکھی تھی۔ کم از کم، یہ ایک پرکشش تحقیقی ایجنڈا پر مشتمل ہے، اگرچہ یہ کوئی حتمی بیان نہیں۔

مستحکم رہنمائی

ابتدائی صنعتی پیشرفت مجموعی عمل کا باعث بن سکتی ہے جس نے ابتدائی برتری حاصل کی۔ اس کی بہترین مثال کاٹن ٹیکسٹائل میں پیش آئی، جو صنعتی انقلاب کا نمایاں ترقی کا شعبہ تھا اور جس نے "پہلے ان بنڈلنگ" کا مظہر تھا۔ برطانیہ نے پہلی جنگ عظیم تک اس صنعت میں اپنی صف اول کی پوزیشن برقرار رکھی، حالانکہ یہ ٹیکنالوجی عالمی سطح پر مشہور ہو چکی تھی اور برطانوی اجرتیں ایشیا کے مقابلے میں بہت زیادہ تھیں۔ ابھی تک، صنعتی انقلاب سے پہلے، کپاس ٹیکسٹائل

برطانوی درآمدی تھے،اور آزاد تجارت کے حالات میں برطانوی صنعت ہندوستان کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔کاٹن ٹیکسٹائل برطانیہ کے اندر انتہائی مقامی طور پر مرتکز تھے (شکل 1دیکھیں)۔ لنکاشائر 1850ء سے 66فیصدیو کے اسپنڈلز کا گھر تھا اور 1903ء سے 79فیصد تک- دونوں سالوں میں دنیا کے تقریباً 46فیصد اسپنڈلز تھے۔

لنکاشائر کے غلبے کی وجوہات "پہلا عامل فطری جغرافیہ " سے پیدا ہوئیں، جیسے کہ پانی کی طاقت کی دستیابی، کھیتی باڑی کا معیار، یا مقامی آب و ہوا، "دوسری نوعیت کے جغرافیہ " کے ذریعے بڑھایا گیا، جیسے کہ منڈیوں تک رسائی، ایک بڑے جغرافیہ کے فوائد۔جمع، اور بنیادی ڈھانچہ۔

برطانیہ کے باقی حصوں کے مقابلے میں، لنکاشائر نے جن اہم فوائد سے لطف اندوز ہوئے ان میں سستا کوئلہ اور بہترین مارکیٹ تک رسائی شامل تھی۔زیادہ دور دراز مقام پر زراعت کے لیے علاقے کا غیر موزوں ہونا۔جس چیز نے صنعت کو ٹھہرایا وہ ڈوبے ہوئے اخراجات کا ایک مجموعہ تھا— جہاں پہلے پانی کی طاقت کو پورا کرنے کے لیے اور بعد میں پانی کی طاقت کو تبدیل کرنے کے لیے بھاپ کے انجن لگائے گئے— اور کپاس کے ٹیکسٹائل کے جمع ہونے کا ابھرنا۔وقت کے ساتھ، الفریڈ مارشل کے طور پر.

تصویر 1 برطانیہ میں کپاس کی صنعت میں ملازمت کا مقام، 1838ء

نوٹ: اوپر دائیں کونے میں جڑنا لنکاشائر اور اس کی 31ناقص قانون یونینوں کو ظاہر کرتا ہے۔ماخذ: کرافٹس اینڈ وولف (2014) فیکٹری انسپکٹرز کی رپورٹ برائے 1838ء پر مبنی

48

شہرت کے ساتھ تسلیم شدہ، لنکاشائر ایک انتہائی کامیاب مجموعہ بن گیا جس نے سپلائرز کے گھنے نیٹ ورک، تکنیکی سپیلوور، ایک موٹے لیبر پول، اور مارکیٹنگ کی مہارت سے بڑے پیداواری فوائد فراہم کیے ہیں۔بیسویں صدی کے اوائل میں، یہ جمع کرنے کے فوائد ابھی بھی لنکاشائر کی اس قابلیت کے لیے بنیادی تھے کہ وہ باقی ملک سے تقریباً ایک تہائی زیادہ اجرت ادا کر رہے تھے، اور باقی دنیا کے ساتھ اجرتوں کی ادائیگی کے باوجود باقی برطانیہ کے ساتھ کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرسکتے تھے۔جاپان سے چھ گنا اور چین سے نو گنا۔

واضح نکتہ یہ ہے کہ کامیاب اجتماعات میں پیداواری فوائد ہوتے ہیں جو نہ صرف نسبتاً زیادہ اجرت والے مراکز کو پھلنے پھولنے دیتے ہیں بلکہ دوسری جگہوں پر منتقل کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ پالیسی کے لیے ایک اہم کردار ان مجموعوں کی نشوونما کو آسان بنانا یا کم از کم رکاوٹ نہیں بنانا۔انیسویں صدی میں برطانوی اقتصادی پالیسی کے تین پہلوؤں نے لنکاشائر کی کامیابی کو بنیاد بنایا۔

سب سے پہلے، لنکاشائر کاٹن ٹاؤنز کی ترقی زمین کے استعمال کی منصوبہ بندی کے ضوابط کی وجہ سے محدود نہیں تھی۔مثال کے طور پر، انیسویں صدی کے دوران بلیک برن اور پریسٹن دونوں کی آبادی میں تقریباً دس کا اضافہ ہوا۔دوسرا، پارلیمانی قانون سازی کے ذریعے سہولت فراہم کی گئی، لنکاشائر کاٹن انڈسٹری کی ترقی کو نہروں اور پھر ریلوے دونوں کے لحاظ سے نقل و حمل کے نظام میں خاطر خواہ نجی سرمایہ کاری سے مدد ملی۔

تیسرا، بعد میں انیسویں صدی میں مقامی عوامی اشیا کی فراہمی میں سرمایہ کاری نے نہ صرف ٹیکسٹائل ٹاؤنز میں کام کرنے کے صحت کے خطرات کو نمایاں طور پر کم کیا بلکہ کاٹن ملوں کو مزدوروں کی سپلائی کی قیمت بھی کم کر دی۔

"ابتدائی آغاز" کی وراثت

ایک علمبردار کے طور پر، ابتدائی صنعت کاری کا برطانیہ کا تجربہ غیر معمولی تھا اور اس نے ایک مخصوص اور، کچھ طریقوں سے، مشکل میراث چھوڑی ہے جس کے بعد کی اقتصادی ترقی کے لیے مضمرات ہیں۔

یہ اس بات کا پتہ لگانے کی جگہ نہیں ہے کہ یہ کیسے ہوا، لیکن انیسویں صدی کے وسط کی معیشت کی کچھ خصوصیات کی نشاندہی کرنا مفید ہو سکتا ہے جو اس کے بعد آنے والے نسبتاً معاشی زوال کو سمجھنے کے لیے متعلقہ ہیں۔اقتصادی ڈھانچے کے حوالے سے، واضح نقطہ آغاز یہ ہے کہ برطانیہ ایک غیر معمولی طور پر کھلی معیشت تھی، خاص طور پر 1840ء کی دہائی کے وسط میں آزاد تجارت کی طرف قدم مکمل ہونے کے بعد۔ 1870ء میں سامان اور خدمات کی برآمدات جی ڈی پی کا 29.1 فیصد تھی۔دنیا کی تیار کردہ برآمدات میں برطانیہ کا بہت بڑا حصہ تھا: 1850ء میں 43 فیصد اور اب بھی 1875ء میں۔ صنعتی انقلاب کے اختتام پر عالمی معیشت میں برطانیہ کی پوزیشن نے بہت سی مینوفیکچررز کو برآمد کرنا پڑا، جن میں سے کچھ اپنا تقابلی فائدہ کھو چکی تھیں۔ بیسویں صدی، اور زرعی سامان کی کافی مقدار درآمد کرنا پڑا۔

سال 1851ء میں برآمدات کا صنعتی مجموعی پیداوار کا تقریباً 25 فیصد حصہ تھا، اور درآمدات زرعی پیداوار کی گھریلو کھپت کا تقریباً 30 فیصد فراہم کرتی تھیں۔ بدلے میں، تجارتی نمونوں کی یہ ترتیب غیر معمولی صنعتی اور غیر زرعی روزگار کے ڈھانچے سے منسلک تھی۔

آزاد تجارت کے حوالے سے برطانیہ کا سیاسی تعصب اس حقیقت کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف وہ تیار شدہ اشیا کا کافی برآمد کنندہ تھا تو دوسری طرف اس کے صنعتی کارکن درآمد شدہ خوراک استعمال کر رہے تھے اور اس کی معیشت میں زرعی شعبہ نسبتاً کم تھا۔ اس عرصے کے دوران صنعت کی ترقی، اور خاص طور پر برآمدات کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہاں مضبوط مقامی ارتکاز تھا۔

یہ کافی حد تک فیکٹر اینڈومنٹس کے ذریعہ کارفرما تھا- خاص طور پر، سستے کوئلے کی دستیابی، جو عام طور پر کم از کم صنعتی انقلاب کے دوران، جنوب کی بجائے برطانیہ کے شمال میں پایا جاتا تھا۔ کوئلے کا صنعتی مقام پر انیسویں صدی کے اواخر تک خاصا اثر تھا۔

کان کنی خود کافی حد تک مقامی تھی، 1871ء میں شمالی اور ویلز روزگار کے ایک تہائی حصے کی نمائندگی کرتے تھے، جو 1911ء تک بڑھ کر 40 فیصد تک پہنچ گئی، جس وقت اس کا حساب لگایا گیا تھا۔

49

لندن کی سب سے بڑی کیپٹل مارکیٹ بننے کے لیے ابتدا میں برطانوی معاشی اور تجارتی کامیابی اور نپولین کی جنگوں سے حریفوں کو پہنچنے والی ضربوں کے ذریعے کامیابی حاصل کی گئی۔ لیکن بین الاقوامی مالیاتی خدمات پر اس کا مستقل غلبہ لندن کے اندر ان پٹ آؤٹ پٹ روابط پر مبنی تھا جس کی بنیاد سب سے بڑے مالیاتی مرکز تک جمع ہونے والی معلومات تک رسائی کے منفرد فوائد پر تھی۔

لنکاشائر اور لندن جیسے کامیاب اجتماعات کی طاقت کا مطلب "ہجوم نکلنا" ہے۔ نئی صنعتوں کے لیے کامیاب برآمد کنندگان بننا مشکل ہوگا۔ صنعتی انقلاب کی معیشت کے ادارہ جاتی پہلو جو کہ دونوں ہی برطانیہ کو کسی حد تک غیر معمولی بنا دیتے ہیں اور بعد میں ترقی کی کارکردگی پر مضمرات رکھتے ہیں ان کا تعلق ان راستوں سے ہے جن پر برطانیہ نے کارپوریٹ گورننس اور صنعتی تعلقات کے حوالے سے آغاز کیا تھا، جو کہ "سرمایہ داری کی اقسام" میں ٹائپولوجی (ہال اینڈ سوسکیس، 2001)—برطانیہ میں ایک مربوط مارکیٹ اکانومی کے بجائے لبرل مارکیٹ اکانومی کے طور پر اختتام پذیر ہوگی۔

کیپٹل مارکیٹ کے انتظامات صنعت کاری کی مالیاتی ضروریات کے دباؤ کے تحت تیار ہوئے۔ 1860ء میں برطانیہ کے پاس کارپوریٹ سرمائے کا جی ڈی پی سے زیادہ تناسب (کم از کم 64 فیصد) ریاست ہائے متحدہ امریکہ، فرانس یا جرمنی کے مقابلے میں تھا، اور غالباً آخری دو ممالک سے بھی زیادہ تھا حتیٰ کہ 1910 میں بھی۔ کارپوریٹائزیشن اور شیئر ہولڈنگ نہ صرف 1850ء کی قانون سازی تھی، جس نے مشترکہ اسٹاک محدود ذمہ داری کی کمپنیوں کو اجازت دی، بلکہ کارپوریٹ فارم کے وسیع مینو کی دستیابی بھی۔

ڈیلیگیٹڈ مانیٹر کے طور پر بینک نسبتاً غیر اہم تھے، اور برطانیہ سرمایہ کاری بینکنگ کو ترقی دینے میں سست تھا، جیسا کہ ایک ایسی معیشت میں توقع کی جاسکتی ہے جو اس وقت کے معیارات سے کم شرح سود، اعلیٰ نجی دولت، اور کافی حد تک مسابقتی کریڈٹ مارکیٹوں کے ساتھ بھرپور تھی۔ جرمنی میں جس طریقے سے کیپٹل مارکیٹیں بعد میں ترقی کریں گی اس سے کافی تضاد ہے، جو کہ ایکویٹی فنانس کے مقابلے میں بینک پر زیادہ انحصار کرتا ہے اور درحقیقت ان بینکوں پر جو فرموں کے کنٹرول اور نگرانی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ایک بار جب قرض کی فراہمی کے حوالے سے مختلف ابتدائی حالات کے تناظر میں دو مالیاتی نظام قائم ہو گئے تو اس راستے پر انحصار حیرت کی بات نہیں تھی۔ کارپوریٹ گورننس کے لیے طویل مدتی مضمرات برطانیہ میں ملکیت اور کنٹرول کی دوسرے ممالک کے مقابلے میں بہت زیادہ مختلف تھی، اور انیسویں صدی کے آخر تک اس کے واضح آثار پہلے ہی موجود تھے۔

سرمایہ دارانہ کاشتکاری پر مبنی برطانیہ کا نسبتاً چھوٹا لیکن پیداواری زرعی شعبہ مارکیٹ کی معیشت کی دیرینہ اہمیت کی عکاسی کرتا ہے۔ برطانیہ میں گلڈز نسبتاً کمزور تھے، اور اٹھارویں صدی کے اوائل تک وہ کرایہ حاصل کرنے، اپرنٹس شپ کو نافذ کرنے اور پیداوار کی لچک میں رکاوٹ ڈالنے کی اپنی بہت سی صلاحیت کھو چکے تھے۔

ان ادارہ جاتی انتظامات نے نسبتاً زیادہ آمدنی کے ظہور میں اہم کردار ادا کیا جس نے صنعتی انقلاب کی ٹیکنالوجی کو ایجاد کرنے کی ترغیب دی بلکہ برطانیہ کو لبرل کی طرف لے جانے والے ادارہ جاتی راستے پر ڈال دیا۔

50

<u>کاروباری معیشت</u>

ہنر مند کارکنوں کی تنظیم اور سیاسی جماعتوں سے منسلک مضبوط کاروباری انجمنوں کی عدم موجودگی پر مبنی کرافٹ یونینزم کی طرف رجحان تھے۔ بدلے میں، اس کا مطلب انتخابی نظام میں متناسب نمائندگی کے لیے دباؤ کی عدم موجودگی تھا۔ جب فرنچائز زیادہ جمہوری بن گیا، تو درمیانی رابطہ کار ایک ہنر مند کارکن تھا۔

اس کے ووٹ کے لیے مقابلہ کنزرویٹو اور لبرل دونوں حکومتوں کی طرف سے کیا گیا، جس نے 1875ء اور 1906ء کے ایکٹ کے ذریعے ٹریڈ یونینوں کے لیے خاطر خواہ قانونی مراعات قائم کیں جن کی حکمت عملی مہارتوں اور ملازمتوں کے مواد کی فراہمی کو کنٹرول کر کے آجروں کے ساتھ اپنی سودے بازی کی طاقت کو زیادہ سے زیادہ کرنا تھا۔

طویل مدتی نتیجہ بیسویں صدی کے برطانیہ کو ایک صنعتی تعلقات کے نظام کے ساتھ نظر آئے گا جس کی بنیاد مضبوط لیکن نتیجہ اجتماعی سودے بازی پر ہو۔ نہ صرف پہلے صنعتی انقلاب کے لیے سازگار عوامل بنیادی طور پر عارضی تھے، بلکہ جس طریقے سے اسے حاصل کیا گیا وہ ایسی بنیاد نہیں تھی جس پر طویل مدتی قیادت کو برقرار رکھا جا سکے۔ در حقیقت، کچھ طریقوں سے ابتدائی کامیابی نے بعد میں آنے والی معاشی پیشرفت کو مزید مشکل بنا دیا۔

جوئل موکیر کے الفاظ میں، "وکٹوریئنز کے نزدیک، برطانیہ کی قیادت ایک فطری نتیجہ کی طرح لگ رہی تھی۔ معاشی مورخ کے لیے، یہ تیزی سے واضح ہو گیا ہے کہ صنعتی انقلاب میں برطانیہ کی قیادت صرف عارضی تھی" (2009، صفحہ 478)

51

نوٹس اور حوالہ جات

1- ٹوٹل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) گروتھ کل ان پٹ کے فی یونٹ پیداوار کی شرح نمو ہے (اس معاملے میں سرمائے، محنت اور زمین کے ان پٹ کو مد نظر رکھتے ہوئے)۔ TFP کی ترقی میں اضافہ تکنیکی ترقی کی بڑھتی ہوئی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

2. (1960) میں Rostow نے صنعتی انقلاب کے بارے میں ایک بہت بڑے پیمانے پر پڑھا ہوا لیکن گہرا گمراہ کن بیان پیش کیا جس میں ایک بہت بڑی چھلانگ تھی جب مختصر وقت میں سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا اور ترقی میں ڈرامائی طور پر اس عمل میں تیزی آئی جس میں آئرن اور کاٹن ٹیکسٹائل جیسے اہم شعبوں کا غلبہ تھا۔

3. جب اہم اقتصادی انعامات کا وعدہ ہوتا ہے تو، میکرو ایجادات یقیناً پیش رفت کو آگے بڑھانے کے لیے منظم کوششوں کو متحرک کر سکتی ہیں جو اقتصادی ترغیبات کا جواب دیتی ہیں۔4. **Allen** (2009) اور **Mokyr** (2009) کا مزید تفصیلی اور تکنیکی جائزہ **Crafts** (2011) میں پایا جا سکتا ہے۔

5. عام دعویٰ کہ لنکاشائر کے لیے ایک اہم فائدہ اس کی مرطوب آب و ہوا تھی، تاہم، درست معلوم نہیں ہوتا۔ دستکاری اور بھیڑیا (2014)۔

ببلیو گرافی

ایڈمز، ڈی آر (1970ء)، "انگریزی اور امریکی اجرت کی شرحوں پر کچھ ثبوت، 1790ء–1830ء"، جرنل آف اکنامک ہسٹری، 30، 499–520 ایلن، آر سی (2001)، "یورپی اجرتوں اور قیمتوں میں عظیم فرق مڈل ایجز ٹو دی ورلڈ وار"، ایکسپلوریشنز ان اکنامک ہسٹری، 38، 411–47 ایلن، آر سی (2009ء)، عالمی تناظر میں برطانوی صنعتی انقلاب۔

کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس۔ بیروچ، پی. (1982ء)، "1750ء سے 1980ء تک بین الاقوامی صنعت کاری کی سطحیں"، جرنل آف یورپین اکنامک ہسٹری، 11، 269–331 براڈبیری، ایس (2013)، "اکاؤنٹنگ فار دی گریٹ ڈائیور جنس"، یونیورسٹی آف وارک سی اے جی ای کام پیپر نمبر. دی سیکٹرل ڈسٹری بیوشن آف لیبر فورس اینڈ لیبر پروڈکٹیوٹی ان برطانیہ، 1381ء–1851ء''، ایکسپلوریشنز ان اکنامک ہسٹری، 50، 16–27 براڈبیری، ایس اور گپتا، بی (2006)، ''دی ارلی ماڈرن گریٹ ڈائیور جنس: اجرت، یورپ اور ایشیا میں قیمتیں، اور اقتصادی ترقی، 1500ء–1800ء''، اقتصادی تاریخ کا جائزہ، 43، 257–79 کرافٹس، **N. (1995)**، **"Exogenous or endogenous Growth: The Industrial Revolution Reconsidered**''، جرنل آف اکنامک ہسٹری، 5، 745–72 کرافٹس، **N**. (1998)، "آگے بڑھنا اور پیچھے پڑنا: پہلی صنعتی قوم کا عروج اور متعلقہ زوال"، جرنل آف اکنامک پرسپیکٹیو، 12 (2)، 193-210

52

مصنفین کے بارے میں

Hywel Williams

لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ میں ایک سینئر مشیر ہیں۔ وہ لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ کے کلچر آف پراسپرٹی پروگرام کی قیادت کرتے ہیں۔Hywelایک مورخ، مبصر اور براڈکاسٹر بھی ہے۔ان کی کتابوں میں

The Age of Chivalry

Culture and Power in Medieval Europe : 950-1450; مغرب کا شہنشاہ: شارلیمن اور کیرولنگین سلطنت؛ سن کنگز: بادشاہت کی تاریخ؛ وہ دن جنہوں نے دنیا کو بدل دیا: عالمی تاریخ کے پچاس متعین واقعات۔

Cassell's Chronology of World History:

تاریخیں، واقعات اور نظریات جنہوں نے تاریخ بنائی۔ ہمارے وقت میں: تقاریر جنہوں نے جدید دنیا کو تشکیل دیا۔ برطانیہ کی طاقت کے اشرافیہ: حکمران طبقے کا دوبارہ جنم۔ اور قصور وار مرد: قدامت پسند زوال اور زوال 1992ء-1997ء۔ مصنف اور پیش کنندہ کے طور پر ان کے ٹیلی ویژن کریڈٹ میں ڈیوڈ لائیڈ جارج، پوپ بینیڈکٹ XV کے کیریئر، بیسویں صدی کے آخر کی بین الاقوامی تاریخ، 1945ء کے بعد ویلز کی تاریخ اور بیسویں صدی کے برطانیہ میں کوئلے کی صنعت کی تاریخ شامل ہیں۔ پچھلی کنزرویٹو حکومت کے کابینہ کے مشیر، وہ 2012ء سے لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ میں سینئر ایڈوائزر ہیں اور ان کی کتاب برطانیہ: ہمارے وقت کے لیے ایک نئی تاریخ 2015ء کے خزاں میں شائع ہوئی۔

, Benedikt Koehler

کا کیریئر شہر لندن میں رہا ہے اور وہ وائٹ ہال میں حکومت کے سابق معاشی مشیر ہیں۔ وہ

A History of Financial Disasters 1857-1923

کے ایڈیٹر ہیں اور

Early Islam and the Birth of Capitalism

کے مصنف ہیں اور انہوں نے جرمنی کے ڈوئچے بینک کے بانیوں میں سے ایک لڈوِگ بامبرگر اور انیسویں صدی کے ایڈم مولر کی سوانح عمری لکھی ہے۔ سیاسی ماہر اقتصادیات.

David Abulafia David Aulafia

کیمبرج یونیورسٹی میں بحیرہ روم کی تاریخ کے پروفیسر اور Gonville اور Caius کالج کے فیلو ہیں۔ پروفیسر ابولفیا کے مفادات قرون وسطی اور نشاۃ ثانیہ میں بحیرہ روم کی زمینوں کی معاشی، سماجی اور سیاسی تاریخ کو اپناتے ہیں۔ پینگوئن کی طرف سے شائع ہونے والی ان کی تازہ ترین کتاب

The Great Sea میں BC 22,000 سے AD 2010 تک بحیرہ روم کی تاریخ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ 2011ء میں پروفیسر ابولفیا کو میری ٹائم فاؤنڈیشن کی طرف سے اس کتاب کے لیے ماؤنٹ بیٹن لٹریری ایوارڈ ملا، اور 2013ء میں انھیں ایک ایوارڈ دیا گیا۔ برٹش اکیڈمی میڈل 'تاریخی تعلیمی کارنامے' کے لیے جس کی یہ کتاب نمائندگی کرتی ہے۔ انہوں نے بہت سی دوسری کتابیں لکھی ہیں جن میں

The Discovery of Mankind: Atlantic Encounters in the Age of Columbus;

مغربی بحیرہ روم کی سلطنتیں، 1200ء-1500ء؛ ڈومینین کے لیے جدوجہد، بحیرہ روم کے مقابلوں، اقتصادی، مذہبی اور سیاسی، 1100ء-1550ء اور ایک بحیرہ روم ایمپوریم: میجرکا کی کاتالان بادشاہی۔

53

وکٹوریہ بیٹ مین

وکٹوریہ بیٹ مین Gonville اور Caius کالج، کیمبرج میں اکنامکس میں مطالعہ کی فیلو اور ڈائریکٹر ہیں۔ وہ مارکیٹس اینڈ گروتھ ان ارلی ماڈرن یوروپ کی مصنفہ ہیں اور ان کی تحقیقی دلچسپیوں میں ہر وقت کے ادوار اور مقامات کی معاشی تاریخ شامل ہے، موجودہ کام ابتدائی جدید دور سے لے کر موجودہ دور تک یورپی معیشت کی ترقی پر مرکوز ہے۔

اس نے اکنامکس (یونیورسٹی آف کیمبرج) میں ایم اے، اکنامک اینڈ سوشل ہسٹری (یونیورسٹی آف آکسفورڈ) میں ایم ایس سی اور اکنامکس (یونیورسٹی آف آکسفورڈ) میں ڈی فل کی ڈگری حاصل کی ہے۔

Huw Bowen Huw Bowen

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران برطانیہ کی اقتصادی، سامراجی، اور سمندری تاریخ کے بین الاقوامی سطح پر معروف ماہر ہیں۔

انہوں نے 2007ء میں سوان سی یونیورسٹی میں ماڈرن ہسٹری کے پروفیسر کے طور پر شمولیت اختیار کی اور نیو کیسل یونیورسٹی میں سر جیمز ناٹ ریسرچ فیلو اور لیسٹر یونیورسٹی میں امپیریل اور میری ٹائم ہسٹری کے پروفیسر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ وہ ریسرچ مونو گراف سیریز دی ورلڈز آف دی ایسٹ انڈیا کمپنی کے بانی ایڈیٹر ہیں۔

ان کے کاموں میں ریونیو اور ریفارم شامل ہیں: برطانوی سیاست میں ہندوستانی مسئلہ، 1757ء-1773ء؛ سلطنت کا کاروبار: ایسٹ انڈیا کمپنی اور امپیریل برطانیہ، 1756-1833؛ اور مانسون ٹریڈرز: ایسٹ انڈیا کمپنی کی سمندری دنیا۔

وہ فی الحال Cu @ Swansea کی قیادت کر رہے ہیں، جو لوئر سوان سی ویلی میں ایک بڑے ملٹی پارٹنر صنعتی ورثے کی تخلیق نو کے منصوبے ہیں۔

Nicholas Crafts CBE

معاشیات اور اقتصادی تاریخ کے پروفیسر ہیں اور یونیورسٹی آف واروک میں عالمی معیشت میں مسابقتی افادہ (CAGE) پر ESRC ریسرچ سینٹر کے ڈائریکٹر ہیں۔ ان کی دلچسپی کے اہم شعبوں میں طویل مدتی اقتصادی ترقی، 20ویں صدی میں برطانوی اقتصادی کارکردگی اور پالیسی، صنعتی انقلاب، اور صنعتی مقام کا تاریخی جغرافیہ شامل ہیں۔

انہوں نے علمی جرائد میں بہت سے مقالے شائع کیے ہیں، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور عالمی بینک کی تحقیق میں حصہ ڈالا ہے اور 1930ء کی دہائی کے عظیم کساد بازاری کے مصنف ہیں: آج کے اسباق اور صنعتی انقلاب کے دوران برطانوی اقتصادی ترقی۔

لیگیٹم انسٹی ٹیوٹ 11 چارلس اسٹریٹ مے فیئر لندن W1J 5DW یونائیٹڈ کنگڈم t: +44 (0) 20 7148 5400
Twitter: @LegatumInst www.li.com www.prosperity.com

مترجم

فضل الرحمٰن چھبورہ

الشہادۃ العالمیہ

Psychology PCBM

ایم اے اسلامک سٹڈیز

Study of the

Heavenly Scriptures

ایم اے ایجوکیشن

Croft Man of Electrical

& Mechanical Engineering

الیکٹرو ہومیوپیتھ

Commissioned Lecturer (Islamic Studies)

Translater of The Holy Quran (English Urdu)

5 مئی 2024ء